ہفت روزہ
الجمعیۃ
نئی دہلی

جلد: ۳۴ شمارہ: ۳۷ ۱۰ تا ۱۶ ستمبر ۲۰۲۱ء - یکم تا ۷ صفر ۱۴۴۳ھ
Year-34 Issue-37 10 - 16 September 2021 Page 16

اترپردیش کا مجوزہ تحدید آبادکاری

منصوبہ

کچھ نہ سمجھے خدا کرے کوئی

کسی ملک کے لئے اضافۂ آبادی کوئی مسئلہ ہے یا ضرورت، یہ حالات پر منحصر ہوتا ہے۔ یہ صحیح ہے کہ کم آبادی سے ذرائع پر بار کم ہوگا مگر جب ہماری نوجوان نسل بڑھاپے کی دہلیز پر ہوگی تو پھر ہمارے ذرائع کہاں جائیں گے، یہ سوچنے کی بات ہے۔ **محمد سالم جامعی**

جوں جوں یوپی کے انتخابات قریب آتے جا رہے ہیں، نہ صرف مرکزی حکومت نت نئے قدم اُٹھا رہی ہے بلکہ اترپردیش کی حکومت بھی اب نئے نئے پروگرام لے کر سامنے آ رہی ہے۔ مرکزی حکومت کا یوگی آدتیہ ناتھ کو دہلی بلانا اور اپنی نئی پالیسی پر انھیں چلنے کے لیے کہنا اور پھر مودی جی کا اترپردیش سے سات وزراء کو اپنی وزارتی ٹیم میں شامل کرنا یہ دھیان رکھتے ہوئے کہ وہ الگ الگ پسماندہ ذاتوں اور اقتصادی طور پر پسماندہ طبقوں سے ہوں، ان کی انتخابی پالیسیوں کی طرف واضح اشارہ کر رہا ہے۔ ہمیں حکومت کی وزارتی توسیع سے کوئی بحث نہیں ہے، ہمارا آج کا موضوع تو دراصل وہ مجوزہ بل ہے جو اترپردیش کی حکومت اسمبلی میں لانے جا رہی ہے۔ اترپردیش کے ریاستی لاکمیشن نے مجوزہ تحدید آبادی بل کا مسودہ حکومت کو پیش کر دیا ہے، بل کے مسودہ میں دو سے زیادہ بچے والے لوگوں کو سرکاری اسکیموں کے فائدوں سے محروم کرنے اور دو بچہ پالیسی پر عمل کرنے والوں کو فائدہ پہنچانے کی تجویز دی گئی ہے۔

ہندستان میں بڑھتی ہوئی آبادی کو دیکھتے ہوئے ۱۹۵۲ء سے حکومتیں متعدد اسکیمیں اور پالیسیاں بناتی آ رہی ہیں، ''ہم دو ہمارے دو'' کا نعرہ ہو یا پھر سنجے گاندھی کی ایمرجنسی کے دوران جبری نسبندی کرانے کی پالیسی، اس کا اثر کوئی خاص نہیں ہوا، کم از کم اترپردیش میں تو بالکل نہیں ہوا۔ یوپی ریاستی لاکمیشن کے صدر جسٹس این اے متل کے مطابق بل کا مسودہ پہلے ہی اترپردیش کی قانون ساز اسمبلی کی ویب سائٹ پر اَپ لوڈ کر دیا گیا تھا اور عوام سے مشورے طلب کیے گئے تھے۔ رائے پیش کرنے کی آخری تاریخ ۱۹ر جولائی ۲۰۲۱ء تھی اور اب اسے وزیر اعلیٰ کی خدمت میں پیش کر دیا گیا ہے۔

اندر پڑھئے
• پرانے پاپی نئے رنگ ڈھنگ میں ص۵ • بے دینی اور ارتداد کے بڑھتے واقعات: ایک لمحۂ فکریہ ص۸
• انسانی حقوق: قرآن وحدیث کی روشنی میں ص۹ • احسان شناسی - اسلامی تعلیمات کی روشنی میں ص۱۰

سعودی عرب: شاہ فیصل عالمی ایوارڈ ۲۰۲۳ء کے کیلئے نامزدگی طلب

مملکت سعودیہ عربیہ کے سرفہرست روزنامہ ’جریدۃ الریاض‘ کی خبر کے مطابق شاہ فیصل ایوارڈ کے جنرل سیکریٹریٹ نے شاہ فیصل عالمی ایوارڈ کے ۴۵ویں سیشن ۲۰۲۳ء کے لیے نامزدگی کا اعلان کردیا ہے۔ شاہ فیصل عالمی ایوارڈ کے جنرل سیکریٹری ڈاکٹر عبدالعزیز السبیل نے کہا ہے کہ ایوارڈ کمیٹی ہر سال چار زمروں میں انعامات کے لیے علاحدہ علاحدہ موضوع مقرر کرتی ہے، جن موضوعات کو ایوارڈ کے لیے منتخب کیا گیا ہے، ان میں مطالعہ اسلام کے تحت اسلامی فن تعمیر، عربی زبان وادب کے تحت قدیم عربی ادبیات اور جدید افکار، علم طب کے تحت وبا اور ویکسی نیشن کا فروغ اور سائنس کے تحت کیمسٹری شامل ہیں۔ انھوں نے مزید کہا کہ خدمت اسلام ایوارڈ تشجیعی انعام کے طور پر ان شخصیات کو دیا جاتا ہے، جنھوں نے اپنے مختلف علمی فکری ومعاشرتی کارناموں، سرگرمیوں اور منصوبوں کے ذریعہ اسلام اور مسلمانوں کی غیر معمولی خدمات انجام دی ہوں۔ ایوارڈ کمیٹی کے جنرل سیکریٹری نے کہا ہے کہ نامزدگی علمی اداروں، یونیورسٹیوں اور تنظیموں کی جانب سے ماہ مارچ ۲۰۲۲ء کے اواخر تک قبول کی جائے گی۔ نامزدگی ای میل یا ویب سائٹ پر موجود لنک کے ذریعے کی جاسکتی ہے۔ مزید معلومات کے لیے ایوارڈ کی ویب سائٹ www.kingfaisalprize.org کو ملاحظہ کریں۔

قابل ذکر ہے کہ شاہ فیصل فاؤنڈیشن کی طرف سے دیئے جانے والے اس ایوارڈ میں طلائی تمغہ اور انعامی رقم دو لاکھ امریکی ڈالر پر مشتمل ہوتی ہے، دی جاتی ہے۔ یہ ایوارڈ برصغیر کے جن نامور علماء کو دیا گیا ہے ان میں مولانا سیّد ابوالاعلیٰ مودودی (۱۹۷۹ء)، مولانا ابوالحسن علی میاں ندوی (۱۹۸۰ء)، پروفیسر خورشید احمد (۱۹۹۰ء) اور ڈاکٹر ذاکر نائک (۲۰۱۵ء) کے علاوہ محمد ناصر (انڈونیشیا)، خالد بن عبدالعزیز (سعودیہ عربیہ)، عبدالعزیز بن باز (سعودیہ عربیہ)، حسنین محمد مخلوف (مصر)، تنکو عبدالرحمٰن (ملیشیا)، فہد بن عبدالعزیز (سعودیہ عربیہ)، عبد الرب الرسول سیاف (افغانستان)، احمد دیدادت (جنوبی افریقہ)، رجا جاروی (فرانس)، ابوبکر محمود جومی (نائیجیریا)، احمد ڈومکیو (فلپائن)، محمد الغزالی السقا (مصر)، محمد سیّد طنطاوی (سعودیہ عربیہ)، عبداللہ بن عمر نصیف (سعودیہ عربیہ)، حامد الغابد (نائیجیریا)، عزت بیگوچ (بوسنیا)، محمد بن صالح العثیمین (سعودیہ عربیہ)، جاد الحق (مصر)، عبدالرحمٰن السمیط (کویت)، جامعۃ الازہر (مصر)، سلطان بن محمد القاسمی (متحدہ عرب امارات)، عبدالرحمٰن محمد سوار الذہب (سوڈان)، الحریری فاؤنڈیشن (لبنان)، صالح بن عبدالرحمٰن الحصین (سعودیہ عربیہ)، یوسف بن جاسم (کویت)، رجب طیب اردغان (ترکی)، عبداللہ احمد بداوی (ملیشیا)، سلیمان بن عبدالعزیز الراجحی (سعودیہ عربیہ)، رائد صالح (فلسطین)، صالح بن عبدالحمید (سعودیہ عربیہ)، سلمان بن عبدالعزیز (سعودیہ عربیہ)، اروندی جسمیر (انڈونیشیا) اور انٹرنیشنل یونیورسٹی آف افریقہ خرطوم شامل ہیں۔ ❑❑

آرٹسٹ نے دنیا کا سب سے بڑا قرآن تیار کرکے تاریخ رقم کی

پاکستانی آرٹسٹ شاہد رسام نے اسلامی تاریخ کا سب سے بڑا قرآن پاک تیار کرکے تاریخ ہی بدل ڈالی۔ خلیج ٹائمز کی ایک رپورٹ کے مطابق کراچی سے تعلق رکھنے والے شاہد رسام کا تیار کردہ دنیا کے سب سے بڑے قرآن پاک کا نسخہ اگلے ماہ دبئی میں ہونے والی دبئی ایکسپو ۲۰۲۰ء میں پیش کیا جائے گا۔ شاہد رسام کی جانب سے تیار کیا جانے والا قرآن پاک ۱۴۰۰ سالہ اسلامی تاریخ میں ایلومینیم اور سونے سے لکھا گیا دنیا کا پہلا قرآن پاک ہے۔ روایتی طور پر قرآن پاک کو اب تک کاغذ، کپڑے اور چمڑے پر تیار کیا جاتا رہا ہے لیکن پاکستانی آرٹسٹ نے ایلومینیم اور سونے سے الفاظ لکھ کر ایک نیا تصور متعارف کروایا ہے۔ غیر ملکی میڈیا سے گفتگو کرتے ہوئے شاہد رسام کا کہنا تھا کہ دنیا کا سب سے بڑا قرآن پاک کراچی میں تیار کیا گیا ہے۔ فریم کے سائز کو چھوڑ کر قرآن پاک ۸ء۵ فٹ لمبا اور ۶ء۵ فٹ چوڑا ہے۔ شاہد رسام کے مطابق قرآن کے ایک صفحے پر ۱۵۰ر الفاظ درج ہیں جبکہ قرآن پاک کے کل صفحوں کی تعداد ۵۵۰ ہے۔ میڈیا رپورٹ کے مطابق شاہد رسام اس سے قبل ۲۰۰۰ء میں ایلومینیم اور سونے سے اللہ کے ۹۹ نام تیار کرکے متحدہ عرب امارات کی العین یونیورسٹی سے آرٹسٹ آف دی ایئر ایوارڈ بھی حاصل کرچکے ہیں۔

حقانی گروپ ہندستان کے ساتھ مل کر کام کرنے کے لئے تیار

طالبان کے حقانی گروپ نے کہا ہے کہ وہ ہندستان کے ساتھ مل کر کام کرنے کو تیار ہے اور یہ کہ وہ کشمیر میں کوئی مداخلت کرنے کا ارادہ نہیں رکھتا۔ سی این این کو انٹرویو دیتے ہوئے حقانی گروپ کے لیڈر انس حقانی نے کہا کہ کشمیر کا معاملہ اس کی پالیسی میں ہے ہی نہیں۔ انھوں نے یہ بھی کہا کہ ان کا گروپ لشکر طیبہ اور جیش محمد کو کوئی تعاون نہیں دے گا اور یہ کہ طالبان ہندستان سے بہتر رشتوں کے خواہاں ہیں۔ انس حقانی نے ان الزامات کی بھی تردید کی کہ ان کا گروپ پاکستان کی بدنام زمانہ ایجنسی آئی ایس آئی سے کوئی تعلق رکھتا ہے یا یہ کہ ان کے پاس آئی ایس آئی کے دیئے ہوئے ہتھیار ہیں۔ انھوں نے کہا کہ کسی بھی جنگ میں پاکستان کے ہتھیاروں کا استعمال نہیں ہوا ہے اور یہ سب میڈیا کا پروپیگنڈہ ہے۔ انھوں نے کہا کہ ہندستان کا میڈیا بھی ہمارے خلاف ماحول بنا رہا ہے۔ انھوں نے کہا کہ ہندستان ہی نہیں بلکہ طالبان تو دنیا کے تمام ممالک سے اچھے رشتے استوار کرنا چاہتے ہیں۔ انھوں نے کہا کہ ہم کسی بھی ملک کے اندرونی معاملات میں کوئی مداخلت نہیں کریں گے اور اسی طرح ہم یہ بھی چاہیں گے کہ کوئی ملک ہمارے اندرونی معاملات میں بھی مداخلت نہ کرے۔ انھوں نے کہا کہ جلد ہی مردوں اور عورتوں کے تعلق سے تفصیلی ضابطے تشکیل دے دیئے جائیں گے اور اس سے پروپیگنڈے کی ہوا نکل جائے گی کہ ہم عورتوں کے مخالف ہیں۔

افغانستان چھوڑنے کے علاوہ کوئی اور راستہ نہیں تھا: امریکی صدر

افغانستان سے امریکہ کی واپسی پر تنقید کا سامنا کرتے ہوئے صدر جو بائیڈن نے ملک کو خطاب کیا۔ آخری امریکی سی ۱۷ جہاز کابل سے لوٹنے کے ۲۴ گھنٹے بعد بائیڈن نے امریکہ کی سب سے طویل جنگ کو ختم کرنے اور ۳۱ر اگست کی مقررہ حد سے پہلے سبھی امریکی فوجیوں کو واپس بلا لینے کے اپنے فیصلے کا بچاؤ کیا۔ اپنے خطاب میں امریکی صدر نے کہا کہ میرا ماننا ہے کہ یہ صحیح، عمدہ اور بہترین فیصلہ ہے۔ افغانستان میں جنگ اب ختم ہوگئی ہے۔ جنگ کو ختم کرنے کے ایشو کا سامنا کرنے والا چوتھا صدر ہوں۔ میں اسے ختم کرنے کے لیے امریکہ سے وعدہ کیا اور اپنے وعدے کا احترام بھی کیا۔ وہائٹ ہاؤس کی ایک تقریر میں انھوں نے کہا کہ میں اس جنگ کو ہمیشہ کے لیے آگے نہیں بڑھانے والا تھا۔ انھوں نے کہا کہ ہمارے پاس کابل چھوڑنے کے علاوہ کوئی اور راستہ نہیں تھا۔ ہم نے امریکہ کے حق کے لیے کابل چھوڑا۔ صدر نے کہا کہ افغانی زمین کا استعمال دہشت گردی کے لیے نہیں ہونا چاہیے۔ عالمی پالیسی کے تعلق سے بائیڈن نے کہا کہ ہم چین سے سخت مقابلے کا سامنا کررہے ہیں۔ روس بھی ہمیں چیلنج دے رہا ہے۔ ہم افغانستان میں اس سے مقابلہ نہیں کرنا چاہتے۔ ہم نئے راستوں سے آگے بڑھنا چاہتے ہیں۔ ہماری غیر ملکی پالیسی ملک کے حق میں ہونی چاہیے۔

طالبان مخالف افغانستان کے سابق نائب صدر امراللہ صالح پنج شیر سے تاجکستان فرار

طالبان کے افغانستان پر قبضہ کرنے کے بعد خود کو نگراں صدر قرار دینے والے سابق نائب صدر امراللہ صالح صوبہ پنج شیر سے تاجکستان کے لئے روانہ ہوگئے۔ الجزیرہ نے یہ اطلاع پیر کو سابق افغان انتظامیہ کے ایک ذریعے کے حوالے سے دی۔ انھوں نے بتایا کہ مسٹر صالح پنج شیر میں طالبان اور مزاحمتی فورسز کے درمیان کل رات لڑائی کے بعد تاجکستان روانہ ہوگئے۔ اس سے پہلے دن طالبان نے پنج شیر پر مکمل کنٹرول کا دعویٰ کیا تھا، جو پہلے مسٹر صالح اور احمد مسعود کی قیادت میں مزاحمت کا آخری گڑھ بنا رہا۔ اس درمیان افغان طالبان کے ترجمان ذبیح اللہ مجاہد نے دعویٰ کیا ہے کہ سابق نائب افغان صدر امراللہ صالح افغانستان سے فرار ہوگئے ہیں۔ وادی پنج شیر کا مکمل کنٹرول حاصل کرنے کے حوالے سے پریس کانفرنس کرتے ہوئے ذبیح اللہ مجاہد نے کہا کہ طالبان مذاکرات چاہتے تھے لیکن مزاحمتی محاذ نے منفی جواب دیے جس کے باعث لڑائی کی نوبت پیش آئی۔ ذبیح اللہ نے کہا کہ وادی پنج شیر پر کنٹرول حاصل کرنے کے دوران شہریوں کی ہلاکتیں نہیں ہوئیں، پنج شیر میں آج سے انٹرنیٹ اور بجلی بحال ہو جائے گی۔ افغانستان کے سابق نائب صدر امر اللہ صالح کے حوالے سے بات کرتے ہوئے طالبان ترجمان کا کہنا تھا کہ امراللہ صالح تاجکستان فرار ہوگئے ہیں۔ واضح رہے کہ اس سے قبل بھی امراللہ صالح کے افغانستان سے فرار کی خبریں سامنے آئی تھیں لیکن سابق افغان نائب صدر نے سوشل میڈیا پر ویڈیو بیان جاری کرکے اس قسم کی خبروں کو جھوٹ اور بے بنیاد قرار دیتے ہوئے طالبان کے خلاف مزاحمت جاری رکھنے کا اعلان کیا تھا۔ ذبیح اللہ مجاہد کا کہنا تھا لوگوں کو معلوم ہونا چاہیے کہ حملہ آور کبھی بھی ہمارے ملک کی تعمیر نو نہیں کریں گے، ہمارے لوگوں کی ذمہ داری ہے کہ وہ خود ملک کی تعمیر نو میں اپنا کردار ادا کریں۔ ترجمان طالبان کا کہنا تھا کہ کابل ایئر پورٹ سے بین الاقوامی پروازیں جلد شروع کرنے کے لیے کوششیں جاری ہیں، قطر، ترکی اور متحدہ عرب امارات کی کمپنیاں کابل ایئر پورٹ کی دوبارہ بحالی کے لیے کام کررہی ہیں۔ ایک سوال کے جواب میں انھوں نے بتایا کہ طالبان کے سپریم لیڈر ملا ہیبت اللہ اخوندزادہ جلد منظر عام پر آئیں گے۔ افغانستان کی سابق افواج نئی حکومت کے ساتھ شامل ہو جائیں اور ملکی سلامتی کے لیے اپنا کردار ادا کریں۔

دریچۂ پاکستان

یاسر پیرزادہ

میرا پاکستان کیسا ہو، افغانستان جیسا ہو؟

افغانستان پر اتنے کالم اور مضامین لکھے جارہے ہیں کہ مجھے لگتا ہے اگر میں نے اس موضوع پر کالم نہ لکھا تو لوگ سمجھیں گے کہ میں افغان امور کا ماہر نہیں ہوں جبکہ ایک سکہ بند کالم نگار کے لئے ضروری ہے کہ وہ موٹر میکینک کا کام بھی جانتا ہو اور افغانستان کے حالات پر بھی گہری نظر رکھتا ہو۔ بدقسمتی سے میں ان دونوں باتوں میں ہی کورا ہوں۔ وہ تو بھلا ہو طالبان کا جن کے کابل پر قبضے کے بعد سے موضوعات کی گویا بہار آ گئی ہے اور مجھ ایسوں کو کالم لکھنے کے لئے موضوعات مل گئے ہیں۔ آج بھی کم وبیش ایسی ہی صورتحال درپیش ہے۔

میرا دل کرتا ہے کہ میں افغان جنگ کے خاتمے کا جشن مناؤں یا کم ازکم امریکہ کی شکست پر ہی بھنگڑا ڈال لوں مگر جونہی میں بھنگڑا ڈالنے کا ارادہ کرتا ہوں میری نظروں کے سامنے وہ مناظر گھومنے لگتے ہیں جن میں لوگ جہازوں سے لٹک کر بھاگنے کی کوشش میں ہلاک ہورہے ہیں، برقع پوش عورتیں اپنے معصوم بچوں کے ساتھ دربدر ہیں جن کا کوئی پرسانِ حال نہیں اور اپنے مستقبل سے بے خبر لوگ جہاز میں مرغیوں کی طرح بیٹھے ہیں تاکہ انہیں افغانستان سے کسی دوسرے ملک منتقل کیا جاسکے۔ مجھے اس بات کا بھی اندازہ ہے کہ جو کچھ ٹی وی اور سوشل میڈیا پر دکھایا جارہا ہے وہ اس تکلیف اور اذیت کا عشر عشیر بھی نہیں جس سے افغان عوام گزشتہ کئی دہائیوں سے گزر رہے ہیں اور مستقبل قریب میں بھی ان کے حالات تبدیل ہونے کی کوئی صورت نظر نہیں آرہی۔ وجہ اس کی یہ ہے کہ افغانستان کو ایک فعال، مربوط اور منظّم حکومت کی ضرورت ہے جو جدید انداز میں امور مملکت چلانے کی صلاحیت رکھتی ہو۔ بظاہر یوں لگتا ہے جیسے طالبان کی حکومت میں یہ تینوں خصوصیات ہوں گی، آخر انہوں نے امریکہ کو شکست دی ہے، مگر حقیقت میں ایسا نہیں ہے۔ دو مثالوں سے اندازہ لگالیں۔ کابل پر قبضے کے بعد طالبان افغانستان کے مرکزی بینک میں گئے اور وہاں موجود ’چوکیدار‘ سے کہا کہ نو ارب ڈالر کے زرِمبادلہ کے ذخائر ان کے حوالے کیے جائیں۔ بینک والوں نے طالبان کو بتایا کہ ان کے پاس نقد رقم نہیں ہوتی، زرِمبادلہ کے یہ ذخائر مختلف اثاثوں کی شکل میں فیڈرل بینک نیویارک کے پاس ہیں اور یہ اثاثے امریکی صدر پہلے ہی منجمد کرچکا ہے۔ مرکزی بینک کے گورنر کو یہ بات مختلف ٹویٹس سے واضح کرنی پڑی جو پہلے ہی ملک چھوڑ کر جاچکا تھا۔ یہ واقعہ روزنامہ ڈان کے لکھاری خرم حسین نے اپنے کالم میں لکھا ہے۔ دوسری مثال میڈیا کی ہے۔ ایک چھوٹا سا وڈیو کلپ میں نے ٹویٹر پر دیکھا، خدا جانے اصل ہے یا پیروڈی، اس میں ایک ٹی وی اینکر طالبان کا انٹرویو کررہا ہے اور اس کے اردگرد مسلح جنگجو رائفلیں تانے کھڑے ہیں۔ کسی ستم ظریف نے اس پر اچھا تبصرہ کیا کہ یہ طالبان کا آزاد میڈیا کا تصور ہے۔ اِن حالات میں اگر کوئی یہ سمجھتا ہے کہ طالبان افغانستان کو باقاعدہ ایک ایسے ملک کی طرح چلائیں گے جس میں ٹیکس کا نظام ہوگا، تنخواہیں بینکوں سے ادا کی جائیں گی، سڑکوں اور عمارتوں کی تعمیر کے لئے انجینئرز بھرتی کیے جائیں گے اور ملک میں امن امان کے لئے تربیت یافتہ پولیس ہوگی نہ کہ طالب جو خود ہی موقع پر جج بن کر سزا سنا دیتا ہے تو میری نیک تمنائیں ایسے خوش فہم لوگوں کے ساتھ ہیں۔ فی الحال حالات یہ ہیں کہ جمعہ جمعہ آٹھ دن ہوئے ہیں طالبان کے قبضے کو اور کابل میں بم دھماکے بھی شروع ہوگئے ہیں، جواب میں امریکہ نے ڈرون حملے بھی داغ دیئے ہیں، دہشت گردوں کا تو پتا نہیں البتہ بچے، عورتیں اور بے گناہ لوگ ضرور مارے گئے ہیں۔ پاکستان پر بھی اس کے اثرات آنے شروع ہوگئے ہیں۔ گزشتہ پندرہ روز میں دہشت گردی کے تیرہ واقعات ہوچکے ہیں جن میں تیرہ سویلین اور سات سیکورٹی کے جوان شہید جبکہ گیارہ دہشت گرد مارے گئے ہیں۔ اِن حالات میں بندہ کس بات کا جشن منائے!

میرے کچھ دوست کہتے ہیں کہ کم ازکم اِس بات کا ہی جشن منالو کہ طالبان نے سپر پاور کو شکست دی ہے اور ان کا جذبہ ایمانی دیکھ کر لگتا ہے کہ وہ اپنے ارادوں میں مضبوط ہیں لہٰذا وہ ایک آئیڈیل اسلامی مملکت بھی بنالیں گے۔ اِس بات کا سوائے اس کے اور کیا جواب دیا جاسکتا ہے کہ آج کی تاریخ میں عوام سے ریفرنڈم کرواکے پوچھ لیں کہ کیا یہ بات ممکن ہے اور کیا وہ افغانستان جیسا پاکستان چاہتے ہیں؟ شاید ہی کوئی بندہ ہو جو یہ چاہتا ہو کہ ہمارا ملک ویسا بن جائے جیسا طالبان افغانستان کو بنانا چاہتے ہیں۔ میں یہ بھی سوچتا ہوں کہ آخر اتنی باریکی میں جانے کی کیا ضرورت ہے، ملک کے سیانے بیانے لوگ جشن منارہے ہیں تو مجھے بھی منالینا چاہئے۔ جشن منانے کے لئے تو ایک سپر پاور کی شکست ہی کافی ہے۔ اِس پر ایک لطیفہ یاد آ گیا۔ ایک غریب آدمی نے کسی رئیس کی شاندار کوٹھی دیکھی تو بے ساختہ بولا، چاہے جتنی بھی مضبوط بنالو، اگر کہیں سے بم آگرا تو آخر کھنڈر ہی بن جائے گی! ایسا ہی حال ہمارا ہے۔ امریکہ جیسے ملک امرا کی طرح ہوتے ہیں جو زندگی میں مختلف ایڈونچرز کرتے رہتے ہیں، انہیں اس بات سے کوئی فرق نہیں پڑتا کہ ان کے کتنے کھرب ڈالر کہاں خرچ ہوئے، کتنے جہاز اور کتنی گاڑیاں مالِ غنیمت میں چلی گئیں۔ امیر آدمی جیف بیزوز کی طرح سوچتا ہے۔ مسٹر بیزوز نے کچھ عرصہ پہلے اپنے ذاتی خلائی جہاز میں ’اسپیس‘ کا ایک چکر لگایا، پانچ منٹ کا یہ چکر اسے ساڑھے پانچ ارب ڈالر میں پڑا مگر اس نے یہ پیسے یوں خرچ کیے جیسے کوئی ہاتھ سے مکھی اڑاتا ہے۔ بس یہی فرق ہے امریکہ کے ایڈونچر میں اور ہم جیسے غریب غربا کی سوچ میں۔ امریکی اِس بھیانک غلطی کے باوجود اپنے نرم گرم بستروں میں لمبی تان کر سورہے ہیں، انہیں دنیا کی گالیوں کی پروا ہے اور نہ کسی کا ڈر خوف۔ دوسری طرف افغان عوام ہیں جو روزانہ اِس خوف میں زندگی بسر کررہے ہیں کہ نہ جانے آنے والا دن ان کے لئے کیسا ہوگا! یہ خوف بے حد اذیت ناک ہوتا ہے، دنیا میں اس شخص یا قوم سے زیادہ مجبور اور مظلوم کوئی نہیں ہوتا جس کے پاس آزادی کے ساتھ زندگی گزارنے کے مواقع ختم ہوجائیں۔ ہمارے ہمسائے میں ظلم کی تاریخ رقم ہورہی ہے، باقی کسی کا تو پتا نہیں، کم ازکم میں اِس پر جشن نہیں مناسکتا۔

ہفت روزہ نئی دہلی
الجمعیۃ
شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے

اساتذہ بچوں پر نظر رکھیں

یومِ اساتذہ کا پیغام

سابق صدر جمہوریہ و میزائیل مین ڈاکٹر اے پی جے عبدالکلام نے کہا تھا کہ معلّمی ایک عظیم الشان اور عالی مرتبت پیشہ ہے جو کسی شخص کے مستقبل کو ایک نئی شکل دیتا ہے۔ ہندستان میں ہر سال ۵ر ستمبر کو یومِ اساتذہ منایا جاتا ہے اور اس دن کو سابق صدرِ جمہوریہ و ماہر تعلیم ڈاکٹر رادھا کرشنن کی طرف منسوب کیا جاتا ہے۔ یہ ایک طرح سے ان کی تعلیمی خدمات کا اعتراف ہوتا ہے کہ انھوں نے اپنی زندگی کا آغاز تدریسی پیشہ سے ہی کیا تھا اور ترقی کرتے ہوئے وہ ملک کے راشٹر پتی بھون تک پہنچے تھے۔ ظاہر ہے ان کی یہ ترقی اسی تعلیمی و تدریسی پیشہ کی رہین منّت تھی، اس سال بھی ۵ر ستمبر کو ملک بھر میں یومِ اساتذہ کی شکل میں منایا گیا اور ہر تعلیمی ادارے میں ڈاکٹر رادھا کرشنن کی خدمات کو یاد کرتے ہوئے انھیں خراجِ عقیدت پیش کیا گیا۔

اس سچائی سے انکار ممکن نہیں ہے کہ استاذ نئی نسل کی تربیت کا اہم کام انجام دیتا ہے۔ ہر قوم و مذہب میں استاذ کو اس کے پیشے کی عظمت کی وجہ سے اہمیت حاصل ہے۔ استاذ طلباء کو نہ صرف مختلف علوم و فنون کا علم دیتا ہے بلکہ اپنے ذاتی کردار کے ذریعہ ان کی تربیت کا کام بھی انجام دیتا ہے۔ معاشرے کی زمام کار سنبھالنے والے افراد خواہ وہ کسی بھی شعبے اور پیشے سے وابستہ ہوں اپنے استاذ کی تربیت کے عکاس ہوتے ہیں۔ استاذ کا اہم اور بنیادی فریضہ انسان سازی ہوتا ہے، اگرچہ اس کام میں نصابِ تعلیم اور تعلیمی اداروں کے اثرات بھی شامل ہوتے ہیں لیکن یہ ایک ناقابل تردید حقیقت ہے کہ پورے تعلیمی نظام کا مرکز و محور ایک استاذ ہی ہوتا ہے۔ نصابِ تعلیم جو بھی ہو لیکن استاذ اسے جس طرح چاہے پڑھا سکتا ہے۔ استاذ علم کا سرچشمہ ہوتا ہے۔ قوموں کی تعمیر و ترقی میں اساتذہ کا رول اہمیت کا حامل ہوتا ہے۔ تعمیر انسانیت اور علمی ارتقاء میں استاذ کے کردار سے کبھی کسی نے انکار نہیں کیا ہے۔ ابتدائے آفرینش سے نظامِ تعلیم میں استاذ کو مرکزی مقام حاصل ہے۔ اساتذہ کو نئی نسل کی تعمیر و ترقی، معاشرے کی فلاح و بہبود، جذبہ انسانیت کی نشو و نما اور افراد کی تربیت سازی کی وجہ سے قدر کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے۔ استاذ اپنے شاگردوں کی تربیت میں اسی طرح مگن رہتا ہے جیسے ایک باغبان ہر گھڑی اپنے پیڑ پودوں کی نگہداشت میں مصروف رہتا ہے۔ تدریس وہ پیشہ ہے جسے صرف اسلام ہی نہیں بلکہ دنیا کے ہر مذہب اور معاشرے میں نمایاں مقام حاصل ہے، لیکن یہ ایک آفاقی حقیقت ہے کہ دنیائے علم نے استاذ کی حقیقی قدر و منزلت کو کبھی اس طرح اجاگر نہیں کیا جس طرح اسلام نے انسانوں کو استاذ کے بلند مقام و مرتبے سے آگاہ کیا ہے۔

آجکل موبائل فون ہر بچے کے ہاتھ میں ہے اور یہ آلہ والدین نے ہی انھیں خرید کر دیا ہے۔ سوشل میڈیا کی دنیا ایک وسیع اور بے سمت دنیا ہے۔ یہاں ہر برائی وافر مقدار میں موجود ہے۔ بچے سوشل میڈیا کی وجہ سے نہ صرف اپنی صحت برباد کررہے ہیں بلکہ ان کے اخلاق و کردار بھی تباہ ہورہے ہیں۔ سوشل میڈیا اور جدید ٹیکنالوجی کا بے جا استعمال خاموش قاتل بن چکا ہے۔ سوشل میڈیا کے بے جا استعمال سے نظر کی کمزوری اور دماغ کی رسولیاں بھی ہوسکتی ہیں۔ کمر درد، موٹاپا، بدہضمی عام بیماریاں ہیں۔ ہاتھ اور گردن کی ہڈی میں خم پیدا ہونے کے خطرات نمایاں ہیں۔ موبائل فون کے استعمال کی عادت نشہ میں شمار ہونے لگی ہے۔ والدین کو چاہیے کہ خود بھی موبائل کا استعمال محدود کریں اور موبائل فون کو ہمیشہ ہاتھ میں نہ رکھیں ورنہ بچوں کو محسوس ہوگا جیسے کھانا پینا، سونا جاگنا، زندگی کا معمول ہے اسی طرح موبائل فون بھی زندگی کا لازمی حصہ ہے۔ ایک استاذ کا یہ بھی فرض ہے کہ وہ طلباء کو موبائل کے نقصانات اور فائدے بتائے اور موبائل استعمال کرنے کا ایک محدود راستہ بتائے تاکہ وہ اپنا بیشتر وقت اس میں ضائع نہ کرسکیں۔ اسی طرح اساتذہ کی یہ بھی ذمہ داری ہوتی ہے کہ ان کی مسلسل اصلاح اور تربیت کرتے رہیں۔ کچھ بچے غلط ماحول سے متاثر ہوکر بھٹک جاتے ہیں، اس لیے ضروری ہے کہ اساتذہ اپنے طالب علموں کو علم کے زیور سے آراستہ کرنے کے ساتھ ساتھ ان کے طور طریقوں پر بھی نظر رکھیں۔ اگر بچے مسلسل غلط طور طریقے پر چل رہے ہیں تو ان کے والدین سے رابطہ کریں اور انھیں بچے کے بارے میں بتائیں اور مشورہ دیں کہ وہ بچے کے طرزِ عمل کو سدھارنے میں کس طرح سے ان کی مدد کرسکتے ہیں۔ والدین بھی بچوں کو گلی محلّہ کے بچوں کے ساتھ فٹبال، کرکٹ، بیڈمنٹن کھیلنے دیں لیکن بچوں کے دوستوں پر نظر رکھیں۔ بچوں میں عادت ڈالیں کہ جب وہ باہر جائیں تو اپنے دوستوں کے نام اور جگہ کا نام اور گھر کا پتہ بتا کر جائیں۔ بچے اکثر غلطی کرتے رہتے ہیں۔ اساتذہ کو چاہیے کہ وہ بچے سے نرم لہجے میں بات کرکے ان کی اصلاح کریں تاکہ ان کے اعتماد میں کمی نہ آئے۔ اگر ان کی غلطی پر انھیں ڈانٹ ملنے لگتی ہے تو بچوں میں گھبراہٹ پیدا ہوجاتی ہے اور وہ سرگرمیوں سے پیچھے ہٹنے لگتے ہیں۔ لہٰذا بچوں کی غلطیوں کو بتائیں اور ساتھ ہی ان کی حوصلہ افزائی بھی کرتے رہنا چاہیے۔ بچے ایک خاص عمر تک والدین کے پاس رہتے ہیں اس لیے ان کا بھی فرض ہے کہ وہ جن بچوں میں اعتماد کی کمی محسوس کریں یا وہ دوسروں کے سامنے بولنے سے ہچکچائیں تو والدین کو چاہیے کہ وہ ان کی حوصلہ افزائی کریں اور ان کے معمولی سے معمولی کام کی تعریف کرکے ان میں مزید کام کرنے کی طاقت پیدا کریں۔

والدین یہ بات مانیں یا نہ مانیں لیکن یہ ایک سچائی پر مبنی حقیقت ہے کہ بچوں کی اچھی تربیت اور اخلاق و کردار کی اصلاح ان کی ذمہ داری ہے۔ بچوں کے سامنے والدین بھی ادب آداب کا استعمال کریں، رزق حلال کھائیں، وقت کی پابندی، صاف صفائی کا اہتمام رکھیں، سچ بولیں، آنے والے مہمان کی عزت کریں اور ورزش وغیرہ کریں۔ یہ بچوں کے لیے والدین کی طرف سے عملی تربیت ہوگی اور جس کے اثرات دیرپا ثابت ہوں گے۔

جہاں تک اسلام کا تعلق ہے اس نے جہاں استاذ کے اعلیٰ مقام سے آگاہ کیا ہے وہیں استاذ کو اس کی ذمہ داریوں اور فرائض کی ادائیگی کی بھی تاکید کی ہے۔ یاد رکھیے! ماں باپ اولاد کو عرش سے فرش پر لانے کا ذریعہ بنتے ہیں جبکہ استاذ بچوں کو فرش سے عرش پر لے جاتا ہے۔ سکندر سے کسی نے پوچھا تھا کہ آپ ارسطو کو اپنے باپ پر کیوں ترجیح دیتے ہیں تو سکندر نے کہا تھا کہ باپ تو مجھے آسمان سے زمین پر لایا اور میرے استاذ ارسطو نے مجھے زمین سے آسمان پر پہنچادیا۔ باپ صرف جسم کی پرورش کرتا ہے جو فانی ہے اور استاذ روح کی سیرابی کا سبب بنتا ہے جو جاودانی ہے۔

استاذ کا بھی فرض ہے کہ وہ صبر سے کام لے، اسے معلوم ہونا چاہیے کہ صبر ہی فتح و کامرانی کے لیے شاہ کلید کی حیثیت رکھتا ہے۔ طالب علم استاذ کے پاس ماں باپ کی امانت ہوتا ہے اس لیے ضروری ہے کہ وہ امانت کا صحیح حق ادا کرتا رہے، ان کی تربیت کا انداز کریمانہ ہو، سلف صالحین کے دورِ طالب علمی کے واقعات انھیں سنائے جائیں، مطالعہ میں گہرائی و گیرائی پیدا کرنے کی کوشش ہو، طلب اور قوتِ استدلال کی صلاحیت پیدا کی جائے، درس کا خوبصورت انداز اختیار کیا جائے، تلامذہ کے اوقات کا صحیح استعمال کیا جائے، ان کے سامنے غیبت، چغل خوری اور لایعنی باتوں سے اجتناب کیا جائے، ان کی صلاحیت کے مطابق زبان و بیان کا استعمال ہو، وہ کوئی مشورہ طلب کریں تو اچھا مشورہ دیں، ذاتی خدمت لینے میں احتیاط سے کام لیں۔ گاہے بگاہے علمی محاضرات اور تربیتی کیمپوں کا اہتمام کریں، یہ بچوں کی تربیت کے چند اجمالی ابواب ہیں جن پر اساتذۂ کرام عمل کرکے نہ صرف اپنے شاگردوں کی تربیت کے فریضہ سے سبکدوش ہوسکتے ہیں بلکہ دنیا و آخرت میں اپنی اور ان کی سرخروئی کا سبب بھی بن سکتے ہیں۔

اساتذۂ کرام کو معلوم ہونا چاہیے کہ تعلیم و تربیت کی کوتاہی ناقابل معافی جرم ہے اس لیے کہ تاریخ انسانی کے اوّلین معلم حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے خود کو معلم و استاذ فرمایا اور تعلیم و تربیت کو اس قدر اہمیت دی کہ اس سلسلہ کی معمولی سی کوتاہی کو بھی قابل مواخذہ قرار دے دیا اس لیے ضروری ہے کہ ہمارے محترم اساتذۂ کرام اپنی ذمہ داری محسوس کرتے ہوئے تعلیم و تربیت کے باب میں اپنی دینی و شرعی ذمہ داری سے سبکدوش ہونے کی کوشش فرمائیں۔ □□

جواہر القرآن

سورۂ لقمان-۳۱ | ترجمہ آیات: ۳۴ | **حضرت شیخ الہندؒ**

آیت نمبر ۳۴ کی تفسیر کا بقیہ

آیت ہذا میں جو پانچ چیزیں مذکور ہیں احادیث میں ان کو مفاتیح الغیب فرمایا ہے جن کا علم (یعنی علم کلی) بجز اللہ تعالیٰ کے کسی کو نہیں۔ فی الحقیقت ان پانچ چیزوں میں کل اکوان غیبیہ کی انواع کی طرف اشارہ ہوگیا۔ **بایِّ ارضٍ تموت** میں غیوبِ مکانیہ، **ماذا تکسب غدا** میں زمانیہ مستقبلہ، **مافی الارحام** میں زمانہ حالیہ اور **ینزّل الغیث** میں غالباً زمانیہ ماضیہ پر تنبیہ ہے۔ یعنی بارش آتی ہوئی معلوم ہوتی ہے لیکن یہ کسی کو معلوم نہیں کہ کیا اسباب فراہم ہورہے تھے کہ ٹھیک اسی وقت اسی جگہ اسی مقدار میں بارش ہوئی۔ ماں بچہ کو پیٹ میں لیے پھرتی ہے، پر اسے پتہ نہیں کہ پیٹ میں کیا چیز ہے، لڑکا یا لڑکی۔ انسان واقعات آئندہ پر حاوی ہونا چاہتا ہے مگر یہ نہیں جانتا کہ کل میں خود کیا کام کروں گا؟ میری موت کہاں واقع ہوگی؟ اس جہل و بیچارگی کے باوجود تعجب ہے کہ دنیوی زندگی پر مفتون ہوکر خالق حقیقی کو اور اس دن کو بھول جائے جب پروردگار کی عدالت میں کشاں کشاں حاضر ہونا پڑے گا۔ بہرحال ان پانچ چیزوں کے ذکر سے تمام اکوان غیبیہ کے علم کلی کی طرف اشارہ کرنا ہے، حصر مقصود نہیں اور غالباً ذکر میں ان پانچ کی تخصیص اس لیے ہوئی کہ ایک سائل نے سوال انہی پانچ باتوں کی نسبت کیا تھا جس کے جواب میں یہ آیت نازل ہوئی۔ پہلے سورہ انعام اور سورہ نمل میں بھی ہم علم غیب کے متعلق کچھ لکھ چکے ہیں۔ ایک نظر ڈال لی جائے۔ **تم سورة لقمان بمنه و كرمه**

انوارِ احادیث

• حضرت مقداد بن اسود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا: روئے زمین پر کسی شہر، گاؤں، صحرا کا کوئی گھر یا خیمہ ایسا باقی نہیں رہے گا جہاں اللہ تعالیٰ اسلام کے کلمہ کو داخل نہ فرمادیں، ماننے والے کو کلمہ والا بنا کر عزت دیں گے نہ ماننے والے کو ذلیل فرمائیں گے پھر وہ مسلمانوں کے ماتحت بن کر رہیں گے۔ (مسند احمد)

اترپردیش کا مجوزہ تحدیدِ آبادکاری منصوبہ

کچھ نہ سمجھے خدا کرے کوئی

صفحہ اوّل کا بقیہ

اب تک بارہ صوبوں میں دو بچوں کا فارمولا نافذ ہوچکا ہے، ان میں راجستھان (۱۹۹۲ء)، اڑیسہ (۱۹۹۳ء)، ہریانہ (۱۹۹۴ء)، آندھرا پردیش (۱۹۹۴ء)، ہماچل پردیش (۲۰۰۰ء)، مدھیہ پردیش (۲۰۰۰ء)، چھتیس گڑھ (۲۰۰۰ء)، اتراکھنڈ (۲۰۰۲ء)، مہاراشٹر (۲۰۰۳ء)، گجرات (۲۰۰۵ء)، بہار (۲۰۰۷ء) اورآسام (۲۰۱۷ء) جیسے صوبے شامل ہیں۔ ان میں سے چار ریاستوں چھتیس گڑھ، ہماچل پردیش، مدھیہ پردیش اور ہریانہ نے معیار کو پوری طرح نظرانداز کردیا ہے، اس کے باوجود بھی ان تمام ریاستوں میں آبادی کم نہیں ہوئی ہے۔ یوپی ایک پائیدان پر ہے تو مہاراشٹر دوسرے اور بہار تیسرے پر ہے، جس میں بہار کی شرح سب سے زیادہ ۸۹ء۹ فیصد ہے۔ اب آسام اور یوپی دونوں تحدید آبادی پر نئی تجاویز لانے کی کوشش کررہے ہیں۔

حال ہی میں آسام کے وزیراعلیٰ ہیمنت بسوا سرما نے اپنے صوبہ میں مسلمانوں سے تحدید آبادی سے متعلق تجاویز کو عمل میں لانے کی اپیل کی ہے، جو آج کل شدت پسند لوگوں کی سوچ کے ترجمان بنے ہوئے ہیں۔ اب سوال یہ ہے کہ کیا یہ خوف جائز ہے، کیا ایسی ہی ذہنیت اترپردیش کی دو بچوں کی پالیسی کے پس پشت کارفرما ہے جبکہ آسام کے وزیر اعلیٰ کا بیان کسی دلیل پر مبنی نہیں ہے۔ کسی بھی جدید مانع حمل طریقوں جیسے عورت اور مرد کی نس بندی، آئی یو ڈی، پی پی آئی، یو ڈی گولیاں اور کنڈوم کا استعمال موجودہ دور میں شادی شدہ خواتین میں سب سے زیادہ ۴۹ فیصد ہے جو عیسائی خواتین میں سب سے زیادہ ۰۵ء۴۴ فیصد ہے، جبکہ ۲۰۱۹ء کے جائزے کے مطابق ہندو خواتین میں یہ شرح ۸ء۴۲ فیصد ہے جو عیسائی خواتین سے کم ہے۔

آبادی پر ہندستانی مردم شماری کے اعداد وشمار اس بات کی تصدیق کرتے ہیں کہ ۲۰۰۱ء سے ۲۰۱۱ء کے دوران دس سالہ شرح ترقی ۱۹۹۱ء سے ۲۰۰۱ء کے موازنہ میں ۵ء۲۱ فیصد سے کم ہوکر ۷ء۱۷ فیصد ہوگئی تھی جس سے صاف معلوم ہورہا ہے کہ ہندستان کی مجموعی شرح پیدائش گھٹ رہی ہے۔

اس بات کا بھی کوئی ثبوت نہیں ہے کہ زبردستی کی پالیسیاں کوئی کام کرتی ہیں۔ یہاں یہ نوٹ کرنا ضروری ہے کہ کیرل اور تمل ناڈو جیسی ریاستوں نے بغیر کسی زبردستی کے پیدائش کی شرح میں قابل ذکر کمی کا تجربہ کیا ہے جسے خواتین کو مضبوط بنانے اور بہتر تعلیم اور صحت کی سہولتوں سے آراستہ کرکے حاصل کیا گیا ہے۔ ہم سبھی جانتے ہیں کہ ہندستان کی موجودہ آبادی ایک ارب ۳۷ کروڑ ہے جو دنیا کی دوسری سب سے بڑی آبادی ہے۔ ۲۰۲۷ء تک ہندستان سب سے زیادہ آبادی والا ملک بن کر چین سے آگے نکل سکتا ہے۔ دانشوروں کے مطابق آبادی کا بڑھتا گراف مزید کچھ اور عرصہ تک جاری رہے گا کیونکہ ہندستان کی دو تہائی آبادی ۳۵ سال سے کم ہے۔

ہمارے خیال میں آبادی کے لحاظ سے ملک کے سب سے بڑے صوبہ اترپردیش میں آبادی کو مستحکم کرنے کے لیے جس نئی تحدید آبادی پالیسی کا اعلان کیا گیا ہے اور جس کے ذریعہ خاندانی منصوبہ بندی پروگرام کے تحت مانع حمل کے طریقوں کی افادیت بڑھانے اور محفوظ اسقاطِ حمل کا انتظام مہیا کرانے کی کوشش کی گئی ہے وہ سعی لاحاصل اور ایک انتخابی شگوفہ کے سوا کچھ نہیں ہے۔

آبادی بڑھنے کی شرح کے اعداد وشمار پر نظر رکھنے والی ویب سائٹ ورلڈ میٹر کے مطابق ۲۰۲۱ء میں ہندستان کی آبادی تقریباً ۱۲۹؍کروڑ ہوچکی ہے۔ وہیں اقوامِ متحدہ کی عالمی آبادی رپورٹ کے مطابق ہندستان کی آبادی ۱۲۱ کروڑ ہے۔ اقوام متحدہ کی رپورٹ ’دی ورلڈ پاپولیشن پراسپیکٹس ۲۰۱۹ء بائی لائٹس میں اندازہ لگایا گیا ہے کہ تیس سالوں میں عالمی آبادی میں دو ارب لوگ اور شامل ہوجائیں گے۔ فی الحال دنیا کی آبادی سات ارب ستر کروڑ ہے اور ۲۰۵۰ء تک یہ بڑھ کر نو ارب پچاس کروڑ سے زیادہ ہوجائے گی۔ اعداد وشمار کے لحاظ سے ۲۰۵۰ء تک ہندستان میں سب سے زیادہ آبادی میں اضافہ کا امکان ہے۔ ہندستان چین کو پیچھے چھوڑتے ہوئے ۲۰۲۷ء تک دنیا میں سب سے زیادہ آبادی والا ملک بن جائے گا۔

کسی ملک کے لیے بڑھتی ہوئی آبادی ایک مسئلہ ہے یا ضرورت، یہ حالات پر منحصر ہے۔ مثال کے طور پر تسلیم کرلیا جائے کہ کسی ملک کے شہری محض ایک ہی بچے پر بھروسہ کرتے ہیں تو شروع میں یہ ملک کی ترقی میں کافی مدد کرے گا کیونکہ کم آبادی کے باعث ذرائع پر بار کم ہوگا لیکن اگر وہ ملک اسی رفتار سے آگے بڑھتا رہا تو اگلے کچھ سالوں میں اسی ملک کی زیادہ آبادی عمردراز لوگوں کی ہوجائے گی اور ہر مرد وعورت پر چار بزرگوں کے خوردونش اور دیکھ بھال کی ذمہ داری ہوگی۔ وقت کے ساتھ یہ فاصلہ بڑھتا جائے گا جس کی وجہ سے بزرگوں کی آبادی ملک کی ترقی میں زیادہ مددگار نہیں ہوگی۔ لہٰذا ملک دوسرے ممالک کے مقابلہ میں پچھڑنے لگے گا کیونکہ ملک میں کام کرنے والوں کی کمی ہوجائے گی۔

یہ صحیح ہے کہ آبادی کسی ملک کی ترقی میں ایک خاص وقت تک مددگار ہوتی ہے، مگر یہ اس سے بھی زیادہ صحیح ہے کہ یہی چیز آنے والے وقت میں ملک کی ترقی میں سب سے بڑی رکاوٹ بھی بنتی ہے۔ چین کو ابھی اسی طرح کی مشکلات درپیش ہیں۔ اس کی وجہ سے وہ ایک اور دو بچہ پالیسی سے نجات پاکر تین بچہ پالیسی کی طرف قدم بڑھا رہا ہے۔ بڑھتی عمر کی آبادی سے جاپان بھی پریشان ہے۔ اٹلی میں شرح پیدائش میں کمی کی وجہ سے بچے کی پیدائش پر حکومت ۷۰ ہزار روپے دیتی رہی ہے۔ گھر اور کاروبار شروع کرنے میں کئی طرح کی مدد بھی مہیا کراتی ہے۔ یوروپین ملک اسٹوانیہ میں پیدائش کی شرح بڑھانے کے لیے ملازمین کو پوری تنخواہ کے ساتھ ڈیڑھ سال کی چھٹی بھی دی جاتی ہے ساتھ ہی تین بچوں والے خاندان کو ہر سہ ماہی پر پچیس ہزار روپے بطور بونس دیا جاتا ہے۔ عام نظریہ کے برعکس بڑھتی ہوئی آبادی ہمارے لیے مسئلہ نہیں ہے بلکہ سب سے بڑی طاقت ہے۔ غلط تصورات نے ہندستان میں انسانی زوال کو بڑھاوا دیا ہے، ان لاکھوں پیدا نہ ہونے والے بچوں کے بارے میں سوچیں جو ہماری غیراخلاقی خاندانی منصوبہ بندی پالیسیوں کے سبب مارے گئے۔

ہندستان کا سب سے بڑا مسئلہ بڑھتی آبادی نہیں بلکہ حکومت اور لیڈروں کی غلط ترجیحات ہیں۔ ہندستان ایک جمہوری ملک ہے، جہاں سبھی کو اپنی ذاتی زندگی کے بارے میں فیصلہ لینے کا حق ہے۔ ہندستان میں آبادی کنٹرول کے لیے قانون کا سہارا لینے کے بجائے تعلیم کے معیار کو بہتر بنانے اور غریبی مٹانے سے وابستہ اسکیموں کو آگے بڑھانے کی کوشش کی جانی چاہیے۔ بڑھتی ہوئی آبادی کو انسانی ذرائع کے طور پر استعمال کرنے پر توجہ دینا بھی ضروری ہے۔ اس سمت میں صحیح طریقہ سے کوششیں کی جائیں تو ملک کی عظیم آبادی کچھ ہی عرصہ میں ہمارے لیے بخشش اور مبارک ثابت ہوسکتی ہے۔ □□

اس بات کا کوئی ثبوت نہیں ہے کہ زبردستی کی پالیسیاں کوئی کام کرتی ہیں۔ یہاں یہ نوٹ کرنا ضروری ہے کہ کیرل اور تمل ناڈو جیسی ریاستوں نے بغیر کسی زبردستی کے پیدائش کی شرح میں قابل ذکر کمی کا تجربہ کیا ہے جسے خواتین کو مضبوط بنانے اور بہتر تعلیم اور صحت کی سہولتوں سے آراستہ کرکے حاصل کیا گیا ہے۔ ہم سبھی جانتے ہیں کہ ہندستان کی موجودہ آبادی ایک ارب ۳۷ کروڑ ہے جو دنیا کی دوسری سب سے بڑی آبادی ہے۔ ۲۰۲۷ء تک ہندستان سب سے زیادہ آبادی والا ملک بن کر چین سے آگے نکل سکتا ہے۔ دانشوروں کے مطابق آبادی کا بڑھتا گراف مزید کچھ اور عرصہ تک جاری رہے گا کیونکہ ہندستان کی دو تہائی آبادی ۳۵ سال سے کم ہے۔

ہندستان کا سب سے بڑا مسئلہ بڑھتی آبادی نہیں بلکہ حکومت اور لیڈروں کی غلط ترجیحات ہیں۔ ہندستان ایک جمہوری ملک ہے، جہاں سبھی کو اپنی ذاتی زندگی کے بارے میں فیصلہ لینے کا حق ہے۔ ہندستان میں آبادی کنٹرول کے لیے قانون کا سہارا لینے کے بجائے تعلیم کے معیار کو بہتر بنانے اور غریبی مٹانے سے وابستہ اسکیموں کو آگے بڑھانے کی کوشش کی جانی چاہیے۔ بڑھتی ہوئی آبادی کو انسانی ذرائع کے طور پر استعمال کرنے پر توجہ دینا بھی ضروری ہے۔ اس سمت میں صحیح طریقہ سے کوششیں کی جائیں تو ملک کی عظیم آبادی کچھ ہی عرصہ میں ہمارے لیے بخشش اور مبارک ثابت ہوسکتی ہے۔

مولانا حبیب الرحمٰن لدھیانوی اور مولانا سالم حیاتی کے انتقال پر

جمعیۃ علماء ہند کا اظہار رنج وغم

نئی دہلی ۹؍ستمبر ۲۰۲۱ء: جمعیۃ علماء ہند کے قومی صدر مولانا محمود اسعد مدنی نے مجلس احرار اسلام ہند کے صدر حضرت مولانا حبیب الرحمٰن لدھیانوی صاحب کے انتقال پر گہرے دکھ اور قلق کا اظہار کیا ہے۔ مجلس احرارِ اسلام ہند ایک تاریخی وانقلابی جماعت ہے جس کی بنیاد ۱۹۲۹ء میں رکھی گئی۔ اس جماعت کی خصوصیت یہ ہے کہ جب سابق صدر جمعیۃ علماء ہند شیخ الاسلام حضرت مولانا حسین احمد مدنیؒ نے مذہب کی بنیاد پر تقسیم ہند کی مخالفت کی تو تائید کرنے والوں میں سب سے پہلے یہ جماعت تھی۔ حضرت مولانا حبیب الرحمٰن لدھیانوی صاحب (ثانی) ۱۹۸۹ء سے اسی جماعت کے صدر تھے۔ مولانا مرحوم نے تحریک تحفظ ختم نبوت، پنجاب میں مساجد کی آبادکاری اور دینی تعلیم کے فروغ میں قابل قدر کردار ادا کیا ہے۔ ان کی وفات سے خطہ پنجاب میں ملی سطح پر بڑا خلا پیدا ہوا ہے۔ مولانا مدنی نے کہا کہ جمیع اہل خانہ خاص طور سے فرزند محترم اور مجلس احرار اسلام ہند کے جنرل سکریٹری مولانا محمد عثمان لدھیانوی صاحب کی خدمت میں تعزیت مسنونہ پیش ہے اور دعاء ہے کہ اللہ تعالیٰ مولانا مرحوم کو جنت الفردوس میں مقام اعلیٰ عطا فرمائے۔ جمعیۃ علماء ہند کے احباب ومتوسلین سے ایصال ثواب اور دعائے مغفرت کے اہتمام کی اپیل کی جاتی ہے۔ مولانا مدنی نے جمعیۃ علماء نینی تال کے صدر مولانا سالم صاحب حیاتی کے انتقال پر گہرے دکھ کا اظہار کیا ہے اور ان کے اہل خانہ سے تعزیت مسنونہ کی ہے۔ دریں اثنا جمعیۃ علماء ہند کے جنرل سکریٹری مولانا حکیم الدین قاسمی نے مولانا محمد عثمان لدھیانوی سے فون پر بات کرکے تعزیت پیش کی اور مولانا مرحوم کے وصال پر گہرے قلق واضطراب کا اظہار کیا۔

میزان

مولانا عبدالحمید نعمانی

پُرانے پاپی نئے رنگ ڈھنگ میں

ہندوتو کے نام پر اکثریت سے تعلق رکھنے والے نفرت پسند فسادی عناصر جو کچھ اقلیتوں اور محنت کش طبقے کے افراد کے ساتھ وحشیانہ حرکتیں کررہے ہیں وہ کوئی بہادری نہیں بلکہ بزدلی اور شرمناک عمل ہے۔ ایک دو آدمی کو سو پچاس فسادی جمع ہوکر جس ہجومی تشدد کا نشانہ بناتے ہیں اس نے ہندوتو کے وشوگرو بننے کے دعوے کو بدبودار گٹر میں ڈال دیا ہے۔ عورتوں کی عصمت وعزت کا حوالہ اور اقلیتوں کا خوف اکثریت میں پیدا کر کے جس طرح بھیڑ کو اپنے ساتھ لے کر اپنے سیاسی وسماجی تفوق کے لیے استعمال کیا جاتا ہے اس نے ہندوتو وادی سماج کے آدرش کو مزید تاریک جنگل میں گم کردیا ہے۔ تشدد ونفرت کا وحشیانہ اظہار اعلیٰ ذات کے لوگوں کو نظریاتی بحران سے نہیں نکال سکتا۔ وہ دہشت گردی کی راہ پر چل کر دہشت گردی پر تنقید و مقابلے کی لڑائی کی طاقت بچا نہیں سکتے۔ گاندھی جی نے بڑی بصیرت و سمجھداری اور اخلاقی جرأت سے کام لیتے ہوئے اکثریتی سماج کے شدت پسند عناصر کی مخالفت و مذمت کرنے کے ساتھ عدم تشدد کے حوالے دے کر بچانے کی کوشش کی تھی لیکن یہ صاف طور سے نظر آرہا ہے کہ گاندھی، گاندھی واد اور جواہر لعل نہرو کا مسلکِ انسانیت انتہائی حد تک مغلوب ومفلوج ہوکر رہ گیا ہے۔ اسے گاندھی جی کے نظریے وتبصرے کی روشنی میں اچھی طرح سمجھا جاسکتا ہے۔ اس سلسلے میں گاندھی جی کے دو تین حوالے قابل توجہ ہیں۔ کچھ تو آزادی سے پہلے قتل وغارت گری کے ماحول میں بنگال، بہار کے ہندو مسلم قتل عام کا ہے اور کچھ آزادی کے بعد خصوصاً دہلی کے مسلم اقلیت کو قتل کا نشانہ بنانے کے پس منظر کا ہے۔ اس سے جہاں قاتل عناصر کا چہرہ سامنے آجاتا ہے وہیں گاندھی جی کی اخلاقی جرأت اور انصاف پسندی کے جذبے کی تصویر بھی نظر آجاتی ہے۔ انھوں نے نواکھالی کے فساد زدہ علاقوں کے تکلیف دہ ماحول میں کہا تھا:

”خواہ تم میری بات کا یقین کرو یا نہ کرو میں تمھیں یقین دلانا چاہتا ہوں کہ میں تو ہندوؤں اور مسلمانوں دونوں کا خادم ہوں، میں اپنے مسلمان بھائیوں سے جو کچھ کہنا چاہتا ہوں وہ یہ ہے کہ وہ ہندو بھائیوں کے دوست بن کر رہیں۔ میں نے ان اشیا (بکری کا دودھ، پھل، اناج وغیرہ) کو ترک

> **گاندھی جی نے بڑی بصیرت وسمجھداری اور اخلاقی جرأت سے کام لیتے ہوئے اکثریتی سماج کے شدت پسند عناصر کی مخالفت ومذمت کرنے کے ساتھ عدم تشدد کے حوالے دے کر بچانے کی کوشش کی تھی لیکن یہ صاف طور سے نظر آرہا ہے کہ گاندھی، گاندھی واد اور جواہر لعل نہرو کا مسلکِ انسانیت انتہائی حد تک مغلوب ومفلوج ہوکر رہ گیا ہے۔**

کردیا ہے اور اس وقت تک نہیں کھاؤں گا جب تک ہندو اپنے اس کیے پر نادم نہ ہوں جو انھوں نے بہار میں مسلمانوں کے ساتھ کیا ہے۔ ایک ہزار ہندوؤں کا سو مسلمانوں کو گھیر لینا یا ہزار مسلمانوں کا سو ہندوؤں کو گھیر لینا اور ان پر ظلم کرنا بہادری نہیں بزدلی ہے۔ برابر کی لڑائی تو وہ ہے کہ تعداد برابر ہو، پہلے سے اطلاع دے کر لڑی جائے مگر اس کے یہ معنی نہیں ہے کہ میں اس لڑائی کو پسند کرتا ہوں۔ کہا جاتا ہے کہ ہندو، مسلمان دوستوں کی طرح ایک جگہ نہیں رہ سکتے، نہ وہ آپس میں تعاون کرسکتے ہیں۔ مجھے تو کوئی شخص بھی اس بات کا یقین نہیں دلا سکتا ہے لیکن اگر تمھیں اس بات کا یقین ہے تو ایسا کہہ دو، اس صورت میں میں ہندوؤں سے نہیں کہوں گا کہ وہ اپنے گھروں کو واپس آئیں لیکن یہ واقعہ ہندوؤں اور مسلمانوں دونوں کے لیے موجب شرم ہوگا۔ اگر برخلاف اس کے تم چاہتے ہو کہ ہندو تمہارے ساتھ رہیں تو تمھیں ان سے کہہ دینا چاہیے کہ وہ فوج کی حفاظت پر بھروسہ نہ کریں بلکہ اس کے بجائے مسلمان بھائیوں پر بھروسہ کریں۔ ان کی بیٹیاں، بہنیں اور مائیں تمہاری بیٹیاں، بہنیں اور مائیں ہیں اور تمھیں ان کی حفاظت اپنی جان کے برابر کرنا چاہیے۔“ (اخبار ہریجن، یکم دسمبر ۱۹۴۶ء)

”میں مسلمانوں کو مشورہ دیتا ہوں کہ وہ اپنے گھروں میں جمے رہیں باوجودیکہ ہندو پڑوسی تمھیں دق کریں یا مار ڈالیں۔ اگر تمھیں عقل نہیں ہے تو تم موت سے بچنے کیلئے بھاگ جاؤ لیکن اگر تم میرے مشورے پر چلوگے تو تم اسلام اور ہندستان دونوں کی سیوا کرسکو گے۔ وہ ہندو اور سکھ جو تمھیں ستائیں گے اپنے مذہب کو بدنام کریں گے اور ہندستان کو ناقابل تلافی نقصان پہنچائیں گے۔ یہ سمجھنا محض دیوانگی ہے کہ ساڑھے چار کروڑ کو مٹایا جاسکتا ہے یا یہاں سے نکال کر پاکستان بھیجا جاسکتا ہے۔ میں نے کبھی یہ نہیں چاہا کہ مسلم شرنارتھیوں کو پولیس اور فوج کے ذریعے ان کے مکانوں میں از سرنو آباد کرایا جائے مگر میں یہ ضرور مانتا ہوں کہ جب ہندوؤں اور سکھوں کا غصہ دھیما ہوگا تو وہ خود ان تارکین وطن کو عزت کے ساتھ واپس لائیں گے البتہ میں حکومت سے یہ توقع ضرور کرتا ہوں کہ وہ تارکین وطن کے مکانوں کو اچھی حالت میں ان کیلئے محفوظ رکھے گی۔“ (ہریجن، ۱۰؍اکتوبر ۱۹۴۸ء)

(باقی صفحہ ۱۴ پر)

گوشہ روزگار

موبائل ریپئرنگ: ایک اچھا روزگار

ریپئرنگ سے قبل کسی بھی ہینڈ سیٹ میں نصب اسکروز کو کھولنے کے لیے اسکریو ڈرائیور کی ضرورت ہوگی اور چونکہ تمام موبائل فونز میں نصف اسکرو کا سائز یکساں نہیں ہوتا اس لیے ایک اسکرو ڈرائیور کے بجائے اسکرو ڈرائیور کٹ خریدنی ہوگی۔

ٹوئزر: موبائل فون ریپئرنگ کے دوران ہینڈ سیٹ کے ناکارہ حصوں کو باہر نکالنے کے لیے انتہائی باریک اور نوکدار چمٹی کی ضرورت ہوگی جسے ٹوئزر کہا جاتا ہے۔ ٹوئزر موبائل فون کی ریپئرنگ میں اہم کردار ادا کرتی ہے۔

ملٹی میٹر: ہینڈ سیٹ کے زیادہ نقصان اس کے بورڈ پر نصب مختلف پارٹس کی مرمت یا تبدیلی کی مدد سے دور کیے جاتے ہیں تاہم بعض اوقات بورڈ ڈیڈ یا خراب ہونے کی وجہ سے موبائل فون جواب دے جاتے ہیں اور مختلف پارٹس کی تبدیلی کے باوجود بھی ہینڈ سیٹ کھول کر سب سے پہلے اس کا بورڈ ملٹی میٹر سے چیک کیا جاتا ہے کہ آیا نقص بورڈ میں ہے یا ہینڈ سیٹ کے کسی پارٹ میں اور اس کے بعد ہی مزید کام کیا جاتا ہے۔

سولڈنگ آئرن: بعض ہینڈ سیٹ میں بورڈ کے پارٹس سے ٹانکوں کے ذریعہ جڑے ہوتے ہیں لہٰذا خراب پارٹس کو بورڈ سے الگ کرنے اور ان کی جگہ نئے پارٹس لگانے کیلئے سولڈنگ آئرن کا استعمال کیا جاتا ہے۔ سولڈنگ آئرن سے کام کرتے وقت سولڈنگ وائر اور مخصوص Removing Liquid بھی استعمال ہوتا ہے۔

ہیٹ گن: اوپر بیان کیے گئے نقائص میں سے چند ایک کی بورڈ پر چسپاں آئی سی کی تبدیلی سے دور کیے جاتے ہیں۔ آئی سی کی بورڈ پر سے ہٹانے اور دوبارہ نئی آئی سی لگانے کے لیے ہیٹ گن کا استعمال کیا جاتا ہے۔

کارڈ ریڈر: موبائل فونز میں مختلف چیزیں ڈاؤن لوڈ کرنے کے لیے یا میموری کارڈ اسکین کرنے کے لیے کارڈ ریڈر کی ضرورت ہوگی۔ موبائل فون ریپئرنگ کا کام شروع کرنے کے لیے ابتدائی طور پر خام مال میں کی پیڈ، ایرپیس چارجنگ بلاک، ماؤتھ پیس، وائبریٹر، رنگر، ایل سی ڈی، چارجنگ آئی سی، ڈسپلے آئی سی وغیرہ شامل ہیں۔

کی پیڈ پٹی: کی پیڈ پٹی خراب ہونے کی وجہ عموماً ہینڈ سیٹ کے بورڈ پر چسپاں کی پی، ہوتی ہے، اسے فلگیزی بھی کہا جاتا ہے۔ مختلف ماڈلز کے موبائل فون کی، کی پیڈ پٹیاں الگ الگ قیمتوں میں دستیاب ہیں۔

ایرپیس: موبائل کا وہ حصہ جہاں سے بات چیت سنائی دیتی ہے، ایرپیس کہلاتا ہے، یہ خراب ہوجانے کی صورت میں نیا ایرپیس نصب کیا جاتا ہے۔

چارجنگ بلاک: عموماً چارجنگ بلاک میں مائیکروفون، ڈیٹا اور چارجر کی لیبل لگانے کی جگہ بھی موجود ہوتی ہے۔ چارجنگ بلاک خراب ہونے کی صورت میں مختلف کوالٹیز کے نئے چارجنگ بلاکس خریدے جاسکتے ہیں۔

ماؤتھ پیس: موبائل میں نصف ماؤتھ پیس کے ذریعہ ہی بات کرنے والے آواز کال ریسور تک پہنچتی ہے۔ ماؤتھ پیس خراب ہونے کی صورت میں انھیں نئے ماؤتھ پیس کے ساتھ تبدیل کردیا جاتا ہے۔

وائبریٹر: موبائل میں جنبش پیدا کرنے والا آلہ وائبریٹر کہلاتا ہے اور اس کے خراب ہوجانے پر نیا وائبریٹر نصب کردیا جاتا ہے۔

رنگر: ہینڈ سیٹ کے جس حصے سے رنگ ٹونز یا موسیقی کی آواز سنائی دیتی ہے، رنگر کہلاتا ہے۔ متعدد اقسام کے رنگز علیحدہ علیحدہ قیمتوں میں باسانی دستیاب ہیں۔

ایل سی ڈی: موبائل فون کی اسکرین کے نیچے بورڈ پر ایل سی ڈی نصب ہوتی ہے۔ اسکرین ڈسپلے نہ آنے کی صورت میں بعض اوقات ایل سی ڈی تبدیل کردی جاتی ہے۔

چارجنگ آئی سی: چارجنگ بلاک کے علاوہ بعض اوقات چارجنگ آئی سی خراب ہوجانے کی وجہ سے بھی ہینڈ سیٹ چارج نہیں ہوپاتا ہے، ایسی صورت میں چارجنگ آئی سی تبدیل کی جاتی ہے۔

ڈسپلے آئی سی: بعض اوقات موبائل فون کی اسکرین پر ڈسپلے نہ آنے کی وجہ ڈسپلے آئی سی کا خراب ہونا بھی ہوتا ہے۔ اس نقص کو دور کرنے کے لیے نئی ڈسپلے آئی سی بورڈ پر چسپاں کردی جاتی ہے۔

موبائل فون ریپئرنگ انتہائی منافع بخش کام ہے اور اس کام میں مہارت حاصل کرنے کے بعد آپ ہینڈ سیٹ کے ماڈل کی مناسبت سے اپنی مزدوری کا معاوضہ حاصل کرسکتے ہیں۔ خیال رہے کہ سادہ موبائل فونز کے مقابلے میں جدید ہینڈ سیٹس کی ریپئرنگ کا معاوضہ نسبتاً زیادہ مل جاتا ہے جبکہ ڈاؤن لوڈنگ کے ذریعہ بھی آپ کسی قسم کا خام مال استعمال کیے بغیر اچھے پیسے کما سکتے ہیں۔

دریچے

م۔س۔ج۔

جولائی صدی کا گرم ترین مہینہ تھا

امریکی وفاقی سائنس اور ریگولیٹری ایجنسی کا کہنا ہے کہ جولائی دنیا کا گرم ترین مہینہ تھا۔ اعداد وشمار سے پتہ چلتا ہے کہ زمین اور سمندر کا مشترکہ درجہ حرارت ۹۳ء۰ سینٹی گریڈ (۶۸ء۱ فارن ہائٹ) رہا جو بیسویں صدی کے اوسط درجہ حرارت ۸ء۱۵ سینٹی گریڈ (۴ء۶۰ فارن ہائٹ) سے زیادہ رہا۔ درجہ حرارت کے یہ ریکارڈ ۱۴۲ سال قبل رکھنا شروع کیے گئے تھے، تب سے لے کر اب تک یہ سب سے زیادہ درجہ حرارت ہے۔ جولائی ۲۰۱۶ء میں بننے والا سابقہ ریکارڈ ۲۰۱۹ء اور پھر ۲۰۲۰ء میں برابر ہوگیا تھا۔ ماہرین کا خیال ہے کہ یہ موسمیاتی تبدیلی کے طویل مدتی اثرات کی وجہ سے ہے۔ ایک بیان میں نیشنل اوشینک اینڈ ایٹموسفیرک ایڈمنسٹریشن (NOAA) نے کہا ہے کہ جولائی کا شدید گرم موسم باعث تشویش ہے۔ این او اے اے کے ایڈمنسٹریٹر رک اسپنراڈ نے ایک بیان میں کہا کہ یہ نیا ریکارڈ پریشان کن اور ان مسائل کی نشاندہی کرتا ہے جو دنیا میں موسمیاتی تبدیلیوں کا باعث بن رہا ہے۔ زمین اور سمندر کا مشترکہ درجہ حرارت ۲۰۱۶ء کے ریکارڈ سے ۰۱ء۰ سینٹی گریڈ زیادہ تھا۔ شمالی نصف کرہ میں زمین کی سطح کا درجہ حرارت اوسط سے ۵۴ء۱ سینٹی گریڈ زیادہ ہے جو ۲۰۱۲ء میں قائم سابقہ ریکارڈ سے زیادہ ہے۔ اعداد وشمار سے یہ بھی پتہ چلتا ہے کہ جولائی ایشیا کا گرم ترین مہینہ تھا، اسی طرح جولائی ۲۰۱۸ء کے بعد یورپ کا دوسرا گرم ترین مہینہ تھا۔ این او اے اے کے بیان میں جولائی میں اہم آب وہوا بے ضابطگیوں کا نقشہ بھی شامل ہے جس میں بتایا گیا ہے کہ اس سال آنے والے سمندری طوفان کی سرگرمیاں اور تعداد غیر معمولی حد تک زیادہ ہیں۔ اس ہفتے کے شروع میں اقوام متحدہ کی ایک رپورٹ میں کہا گیا تھا کہ آب وہوا کی تبدیلی کا زمین پر ایسا اثر پڑ رہا ہے جو پہلے کبھی نہیں دیکھا گیا۔ کچھ تبدیلیوں کے صدیوں سے ہزاروں برس تک ناقابل واپسی ہونے کا امکان ہے۔ رپورٹ میں خبردار کیا گیا ہے کہ جس حساب سے گیسوں کا اخراج جاری ہے، ایک دہائی میں درجہ حرارت کی حد کے تمام ریکارڈ ٹوٹ سکتے ہیں۔ شمالی امریکہ میں یہ ریکارڈ پر چھٹا گرم ترین جولائی تھا۔ جون کے آخر میں کینیڈا نے اب تک کا سب سے زیادہ درجہ حرارت ریکارڈ کیا، برٹش کولمبیا میں لٹن میں درجہ حرارت ۶ء۴۶ سینٹی گریڈ تک پہنچ گیا۔ جولائی ریکارڈ پر آسٹریلیا کا چوتھا اور نیوزی لینڈ کا چھٹا گرم ترین مہینہ تھا۔ افریقہ میں یہ ساتواں گرم ترین جولائی تھا، جنوبی امریکہ میں یہ دسواں گرم ترین جولائی تھا۔

دنیا کے سب سے چوڑے تنے والا ’ٹیول کا درخت‘

شمالی امریکہ کی ریاست میکسیکو کے شہر اوکسا کا سے نو کلومیٹر دور سانتا ماریا ڈیل ٹیول کے قصبے میں دنیا کا سب سے چوڑے تنے والا درخت موجود ہے جسے دیکھنے کے لیے دنیا بھر سے ہزاروں سیاح ہر سال وہاں جاتے ہیں۔ یہ درخت ایک مقامی چرچ کے احاطے میں لگا ہوا ہے لیکن کوئی نہیں جانتا کہ یہ کب لگایا گیا تھا۔ اس بارے میں لوگ اپنے بزرگوں سے سنی ہوئی مختلف روایات بیان کرتے ہیں جن میں سے کچھ کے مطابق اس کی عمر چھ ہزار سال تک بتائی گئی ہے۔ البتہ حالیہ برسوں میں محتاط سائنسی اندازوں سے معلوم ہوا ہے کہ یہ ممکنہ طور پر چودہ سو سے سولہ سو سال تک پرانا ہوسکتا ہے۔ مقامی زبان میں اسے ’ٹیول کا درخت‘ کہا جاتا ہے جو اس قصبے کی شناخت بھی ظاہر کرتا ہے۔ پہلے سمجھا جاتا تھا کہ اس جگہ پر کئی درختوں کے تنے آپس میں مل گئے ہیں لیکن کچھ عرصہ پہلے کیے گئے جینیاتی تجزیے سے معلوم ہوا ہے کہ یہ ایک ہی درخت ہے جس کا تعلق درختوں کی نوع ’مونٹیز وما سائپرس‘ (Momteuma Cypress) سے ہے۔ اس کے تنے کا پھیلاؤ ۱۳۸ فٹ جتنا ہے جس کا احاطہ کرنے کے لیے کم از کم تیس بالغ افراد کو اپنے ہاتھ پھیلا کر دائرے کی شکل میں اس کے گرد کھڑا ہونا پڑتا ہے۔ ۲۰۰۰ء میں یونیسکو نے اسے عالمی ورثے میں شامل کرلیا جس کے بعد سرکاری طور پر اس درخت کی حفاظت ہونے لگی ہے۔ اگرچہ ٹیول کے درخت کا تنا خاصا بے ہنگم ہے لیکن محتاط اندازے کے مطابق اس کا قطر کم از کم ۴۶ فٹ جتنا ضرور ہے۔ اس کی اونچائی کے معاملے میں بھی ابہام ہے کیونکہ ماضی میں اس کی اونچائی ۱۴۱ فٹ بتائی جاتی تھی لیکن ۲۰۰۵ء میں لیزر آلات کی مدد سے پیمائش کرنے پر معلوم ہوا کہ یہ اصل میں ۱۱۶ فٹ اونچا ہے تاہم اس کے بعد سے اب تک دوبارہ اس کی بلندی نہیں ناپی گئی، ڈیڑھ ہزار سال سے بھی زیادہ پرانا ہونے کے باوجود ٹیول کا یہ درخت آج بھی ہرا بھرا ہے اور اس کے تنے کی چوڑائی میں بھی بڑی آہستگی سے بتدریج اضافہ ہورہا ہے

تقریباً دس فیصد خواتین کم از کم ایک بچہ کھو دیتی ہیں

’حادثاتی اسقاط حمل اہم مسئلہ‘ کے عنوان سے واروک یونیورسٹی کی پروفیسر سیوبھن کوئنبی اور برمنگھم یونیورسٹی کے پروفیسر آری کوماراسامی کی طرف سے مکمل کیے گئے مطالعاتی جائزے میں کہا گیا ہے کہ دنیا بھر میں ایسی بہت سی خواتین پائی جاتی ہیں جو دوران حمل اپنا کم از کم ایک بچہ کھو بیٹھتی ہیں۔ اس تحقیق کے مطابق دنیا بھر میں ہر سال حادثاتی اسقاط حمل کے ۲۳ ملین واقعات رونما ہوتے ہیں۔ عالمی ادارہ صحت ڈبلیو ایچ او کے مطابق دنیا بھر میں جتنی بھی مائیں اپنے بچے کھو دیتی ہیں، ان میں سے سب سے بڑی اور عام وجہ حادثاتی اسقاطِ حمل ہے۔ قریب دس فیصد خواتین کو ان کی زندگی میں حادثاتی اسقاطِ حمل کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ مجموعی طور پر تقریباً ۱۵ فیصد حمل ایسے ہوتے ہیں، جن کا خاتمہ حادثاتی اسقاط کی وجہ سے ہوتا ہے۔ اس کے باوجود اس مسئلے کی طرف طبّی برادری نے آج تک اتنی توجہ نہیں دی جتنی دینا چاہیے تھی۔ اہم بات یہ ہے کہ یہ رجحان کورونا وائرس کی وبا سے پہلے سے موجود ہے۔ پروفیسر سیوبھن کوئنبی وضع عمل اور زچگی سے متعلقہ طبی امور کی ماہر ہیں۔ ان کا خیال ہے کہ حادثاتی اسقاط حمل کے موضوع پر ابھی مزید کافی تحقیق کی ضرورت ہے اور ڈاکٹروں کو اس عمل سے گزرنے والی خواتین کی مدد کے لیے مختلف طریقہ ہائے کار تلاش کرنے چاہئیں۔ وہ کہتی ہیں کہ ہم ایسا صرف اسی صورت میں کرسکیں گے، جب ہمیں اس کے لیے فنڈنگ بھی ملے۔‘ پروفیسر کوئنبی کے مطابق اسقاط حمل سے گزرنے والی خواتین کی دیکھ بھال سے جڑے امور کے لیے مالی اعانت کی بہت کمی ہے۔ حادثاتی اسقاطِ حمل سے متعلق اپنے طبی مطالعے کے دوران فن لینڈ، ناروے، سویڈن اور ڈنمارک میں مطالعاتی جائزوں کے ساتھ ساتھ امریکا، برطانیہ اور کینیڈا سے بھی کافی اعداد وشمار شامل کیے۔ مجموعی طور پر اس اسٹڈی میں انہوں نے پانچ لاکھ خواتین کے کیسز کا از سرنو جائزہ لیا اور نتائج کو اپنی رپورٹ میں شامل کیا۔

آر جے ڈی بہار بچانے کی لڑائی لڑ رہی ہے

پارٹی میں سب کچھ ٹھیک ہے، ہمارے لیے اقتدار کوئی معنی نہیں رکھتا

آر جے ڈی کے صوبائی صدر جناب جگدانند سنگھ کا انٹرویو

بہار کی سیاست میں حالیہ دنوں کافی گرمی دیکھنے کو مل رہی ہے۔ ایک طرف لالو یادو کی سیاسی وراثت کو لے کر ان کے بیٹوں کے درمیان چھڑی جنگ کا اثر آر جے ڈی میں دیکھنے کو مل رہا ہے اور تیج پرتاپ یادو اپنی ہی پارٹی کے ریاستی صدر کے خلاف محاذ کھولے ہوئے ہیں تو دوسری جانب ذات پر مبنی مردم شماری کے مطالبہ پر نتیش کمار اور تیجسوی کے نہ صرف سُر ایک ہیں بلکہ دونوں اس مسئلہ پر پچھلے دنوں ایک ساتھ وزیر اعظم سے مل بھی چکے ہیں۔ بہار کی سیاست میں نظر آ رہی یہ تبدیلی اور مستقبل میں اس کے اثر کو سمجھنے کے لیے بات کی گئی آر جے ڈی کے ریاستی صدر جگدانند سنگھ سے جو پرانے سماجوادی اور آر جے ڈی کے بانی ممبر ہیں۔ پیش ہیں خاص حصے۔

س: بہار کا پیش آمدہ جو سیاسی منظر نامہ ہے اس کا وہاں کی سیاست پر کیا اثر پڑ سکتا ہے؟

ج: آر جے ڈی بہار بچانے کی لڑائی لڑ رہی ہے۔ عوام سے تصدیق شدہ سچ یہ ہے کہ آر جے ڈی بہار کی سب سے بڑی پارٹی ہے۔ ہم اپنی پالیسیوں سے سمجھوتہ کرنے والے لوگ نہیں ہیں۔ ہمارے لیے اقتدار معنی نہیں رکھتا۔ عوام سے جواب دہی معنی رکھتی ہے۔

س: کیا ان دنوں آر جے ڈی میں سب کچھ ٹھیک چل رہا ہے؟

ج: بالکل سب کچھ بہتر چل رہا ہے۔ اگر ٹھیک نہیں چل رہا ہوتا تو ہم بہار کی سب سے بڑی طاقت کیسے بن سکتے تھے۔

س: تیج پرتاپ یادو کے ساتھ کیا اختلاف ہے؟

ج: دیکھئے ہم اس طرح کے سوالوں کا جواب نہیں دے سکتے۔ ہم نے پہلے ہی آپ سے کہا تھا کہ ہم سے اس طرح کے سوالات مت کیجیے گا، تب ہی بات کریں گے اور آپ نے وہی سوال پوچھ لیا۔

س: اچھا آپ یہ تو بتا سکتے ہیں کہ آپ نے لالو یادو کے ساتھ کام کیا ہے اور اب ان کے بیٹوں کے ساتھ کر رہے ہیں۔ پشت در پشت بدلاؤ کے بیچ کیا فرق کرتے ہیں؟

ج: ہم اس وقت بھی آر جے ڈی قیادت کے ساتھ تھے۔ آج بھی آر جے ڈی کی قیادت کے ساتھ ہیں، ہم تیجسوی یادو کے ساتھ اس لیے نہیں ہیں کہ وہ لالو پرساد یادو کے فرزند ہیں بلکہ اس لیے ساتھ ہیں کہ وہ بہار کے رہنما بن چکے ہیں۔ وہ اس پارٹی کے لیڈر ہیں جسے میں نے قائم کیا تھا۔ پارٹی قائد کے روپ میں انھوں نے اپنی مقبولیت ان پارٹیوں تک بڑھائی ہے جو لالو جی کی قیادت میں بھی نہیں ہوا تھا۔

س: گزشتہ دنوں ایسی بحث گردش کرتی رہی ہے کہ آپ پارٹی سے قدرے ناراض چل رہے ہیں؟

ج: ناراض تو بچہ ہوتا ہے، باپ یا بزرگ کس سے ناراض ہوں گے۔ میں تو صدر ہوں، صدر سے بھلے ہی کوئی ناراض ہو جائے لیکن صدر کس سے ناراض ہوگا۔ آر جے ڈی کا جو دستور العمل ہے اس میں ہم سے اوپر صرف لالو پرساد یادو ہیں اور کوئی نہیں۔ لالو یادو کا ہمارا ساتھ اس وقت سے ہے جب وہ نیتا نہیں تھے۔ نہ میں ۷۴ کی پیداوار ہوں اور نہ ہی ۹۰ کی۔ بہار کی سیاست میں طلباء لیڈر کی صورت میں میری ابتداء ۶۲-۶۳ کی ہے۔ میں روٹ لیس نہیں ہوں۔ ایک بات یہ بھی جان لیجیے کہ میں لوہیا کا شاگرد ہوں۔ راج نارائن، جنیشور مشر میرے کمرے میں آیا کرتے تھے۔ یہ باتیں اس لیے کہہ رہا ہوں کہ جن لوگوں کو میرا ماضی نہ پتہ ہو وہ جان جائیں۔

س: اچھی بات ہے، آپ ناراض نہیں ہیں، یہ بتائیے کہ ذات پر مبنی مردم شماری کے موضوع پر نتیش اور تیجسوی کے ساتھ وزیر اعظم سے ملاقات کو کس نظر سے دیکھا جائے؟

ج: ایک اہم فرق کو سمجھئے۔ نتیش کمار کے کہنے پر تیجسوی وزیر اعظم کے پاس نہیں گئے بلکہ تیجسوی کے کہنے پر نتیش کمار وزیر اعظم سے ملنے گئے۔ جولائی میں تیجسوی یادو نے تجویز پیش کی تھی کہ اسمبلی کا کل جماعتی اعلیٰ وفد وزیر اعلیٰ کی قیادت میں وزیر اعظم سے مل کر ان کے سامنے اپنا مطالبہ رکھے۔ اگر وزیر اعظم اس میں اپنی لاچاری کا اظہار کرتے ہیں تو ریاستی حکومت سبھی ذاتیوں کی مردم شماری کرے جیسے کرناٹک نے کچھ عرصہ پہلے کیا تھا۔

س: کیا آر جے ڈی اور جے ڈی یو کے بیچ دوری کم ہو رہی ہے؟

ج: ہماری دوری ان کے ساتھ کبھی ختم نہیں ہو سکتی جو کسی فاشسٹ پارٹی کو اپنا معاون بنا کر چل رہے ہوں۔ رائے عامہ کے ساتھ دھوکہ کیے ہوں، ہماری پارٹی میں بھی کوئی نتیش کے ساتھ اتحاد کرنے کا حامی نہیں تھا۔ میں نے لالو پرساد یادو کو نتیش کے ساتھ اتحاد کرنے کے لیے راضی کیا تھا۔ اس لیے کہ بی جے پی کا مقابلہ کرنے کے لیے سماجوادی طاقتوں کا متحد ہونا اور مضبوط ہونا ضروری ہے۔ بعد میں احساس ہوا کہ نتیش اب سماجوادی نہیں رہے۔ اقتدار کے لیے کسی سے بھی ہاتھ ملا سکتے ہیں۔

س: بہار سے ایسی خبریں آتی رہتی ہیں کہ جے ڈی یو، بی جے پی کے بیچ سب کچھ ٹھیک نہیں ہے۔ اگر کبھی دونوں کے راستے الگ ہوئے تو آپ لوگوں کا کیا فیصلہ ہوگا؟

ج: پچھلی بار ہم نے نتیش کو عظیم اتحاد کا حصہ بنایا تھا۔ ان کی قیادت تسلیم کی تھی، حالانکہ سیٹیں ہماری زیادہ آئیں لیکن ہم نے اپنا وعدہ پورا کیا۔ بی جے پی کے خلاف جو بھی اتحاد میں شامل ہونا چاہے گا اس کے لیے دروازہ کھلا ہے لیکن نتیش کمار کے لیے داخلہ کی ایک شرط ہے، اس بار انھیں تیجسوی کی قیادت قبول کرنا ہوگا ورنہ داخلہ ممنوع ہے۔ ❑❑

ہم اس وقت بھی آر جے ڈی قیادت کے ساتھ تھے۔ آج بھی آر جے ڈی کی قیادت کے ساتھ ہیں، ہم تیجسوی یادو کے ساتھ اس لیے نہیں ہیں کہ وہ لالو پرساد یادو کے فرزند ہیں بلکہ اس لیے ساتھ ہیں کہ وہ بہار کے رہنما بن چکے ہیں۔ وہ اس پارٹی کے لیڈر ہیں جسے میں نے قائم کیا تھا۔

پچھلی بار ہم نے نتیش کو عظیم اتحاد کا حصہ بنایا تھا۔ ان کی قیادت تسلیم کی تھی، حالانکہ سیٹیں ہماری زیادہ آئیں لیکن ہم نے اپنا وعدہ پورا کیا۔ بی جے پی کے خلاف جو بھی اتحاد میں شامل ہونا چاہے گا اس کے لیے دروازہ کھلا ہے لیکن نتیش کمار کے لیے داخلہ کی ایک شرط ہے، اس بار انھیں تیجسوی کی قیادت قبول کرنا ہوگا۔

بی جے پی کو کئی مزید جھٹکے دینے کی تیاری میں ترنمول، ۲۴ر اراکین اسمبلی رابطے میں

مغربی بنگال میں بی جے پی کو یکے بعد دیگرے کئی جھٹکے دے چکی ترنمول کانگریس آگے مزید جھٹکے دینے کی تیاری میں جٹی ہوئی ہے۔ ایسی خبریں تو پہلے سے ہی سامنے آتی رہی ہیں کہ بی جے پی کے کئی اراکین اسمبلی، لیڈران و کارکنان پارٹی سے مایوس ہیں اور ترنمول کانگریس کا دامن تھامنا چاہتی ہیں، لیکن ترنمول کانگریس نے بھی صاف کہا ہوا ہے کہ ترنمول چھوڑ کر بی جے پی میں جانے والے لیڈران اب اگر واپس ترنمول میں شامل ہونا چاہتے ہیں تو انھیں اس کا موقع ملے گا، لیکن جنھوں نے پارٹی کو دھوکہ دیا ہے انھیں واپسی کا موقع نہیں دیا جائے گا۔ اس درمیان مکل رائے سمیت بی جے پی کے تین اراکین اسمبلی اور بڑی تعداد میں لیڈران و کارکنان ترنمول کانگریس میں واپسی کر چکے ہیں۔ لیکن دلچسپ بات یہ ہے کہ یہ سلسلہ آگے بھی جاری رہنے والا ہے۔ دراصل مغربی بنگال اسمبلی انتخابات سے قبل ترنمول کانگریس چھوڑ کر ممبران اسمبلی و پارلیمنٹ اور لیڈران بی جے پی میں جا رہے تھے مگر اب تیسری مرتبہ ممتا بنرجی کی دو تہائی سیٹوں سے زاید جیت کے بعد بی جے پی کے ممبران اسمبلی ترنمول کانگریس میں آ رہے ہیں۔ بی جے پی کے قومی نائب صدر رہ چکے مکل رائے کے بعد اب تک تین ممبران اسمبلی ترنمول کانگریس میں آ چکے ہیں۔ ان حالات میں مکل رائے نے دعویٰ کیا ہے کہ بی جے پی کے ۲۴ ممبران اسمبلی ان کے رابطے میں ہیں۔ مکل رائے کے اس دعویٰ نے بنگال کی سیاست میں ہلچل مچا دی ہے۔ مکل رائے نے دعویٰ کیا ہے کہ آنے والے وقتوں میں بی جے پی کے کئی ایم ایل اے ٹی ایم سی میں شامل ہوتے نظر آئیں گے۔ انہوں نے کہا کہ ممتا بنرجی کے ساتھ کام کرنے کی خواہش رکھنے والے ۲۴ ممبران اسمبلی ان سے رابطہ کر رہے ہیں۔ رائے نے مزید کہا کہ ایسے ممبران اسمبلی اور لیڈروں کی ایک لمبی قطار ہے جو ٹی ایم سی پر اعتماد کر رہے ہیں۔ یعنی وہ آنے والے دنوں میں ترنمول کانگریس میں شامل ہو جائیں گے۔ گزشتہ چار مہینوں میں بی جے پی کے چار ممبران اسمبلی کی ترنمول کانگریس میں واپسی پر بی جے پی کے ممبر اسمبلی نکھل رنجن ڈے نے کہا کہ اعلیٰ قیادت نے مغربی بنگال میں اسمبلی انتخابات سے پہلے ترنمول لیڈروں کو شامل کر کے غلطی کی ہے۔

ہوا کے دوش پر

ہندستان میں آلودگی سے زندگی میں نو سال کی کمی کا خطرہ: ماہرین

ہندستان کی فضائی آلودگی کی سطح میں وقت کے ساتھ جغرافیائی طور پر توسیع ہوئی ہے اور مہاراشٹر و مدھیہ پردیش میں یہ سطح اتنی بڑھ گئی ہے کہ اوسطاً ایک شخص کی متوقع زندگی کی توقع میں ۲ء۵ سے ۲ء۹ سال تک کی اضافی گراوٹ آ رہی ہے۔ ایک نئی رپورٹ میں آلودگی کے نتائج کو لے کر آگاہ کیا گیا ہے۔ شکاگو یونیورسٹی کے ایئر کوالٹی لائف انڈیکس (اے کیو ایل آئی) کی رپورٹ میں کہا گیا ہے کہ ہندستان دنیا کا سب سے آلودہ ملک ہے جہاں ۴۸ کروڑ سے زائد افراد یا ملک کی تقریباً چالیس فیصد آبادی شمال میں گنگا کے میدانی علاقوں میں رہتی ہے جہاں آلودگی کی سطح مستقل طور پر دنیا میں کہیں اور پائی جانے والی سطح سے زیادہ ہے۔ یونیورسٹی کے انرجی پالیسی انسٹی ٹیوٹ کے مطالعہ سے پتہ چلتا ہے کہ اگر کوئی شخص صاف ہوا میں سانس لیتا ہے تو وہ کتنے وقت تک زندہ رہ سکتا ہے۔ رپورٹ میں کہا گیا ہے کہ اگر ۲۰۱۹ء کی آلودگی کی سطح بنی رہتی ہے تو شمالی ہندستان کے باشندے متوقع زندگی کے نو سال سے زائد کھونے کی راہ میں ہیں کیونکہ یہ خطہ دنیا میں فضائی آلودگی کی سب سے بلند سطح کا سامنا کرتا ہے۔ رپورٹ میں کہا گیا ہے کہ ۲۰۱۹ء میں ہندستان کا اوسط پارٹیکولیٹ میٹر کنسنٹریشن (ہوا میں آلودگی پیدا کرنے والے باریک ذرے کی موجودگی) ۷۰ء۳ مائیکروگرام فی کیوبک میٹر تھا جو دنیا میں سب سے زیادہ اور ورلڈ ہیلتھ آرگنائزیشن (ڈبلیو ایچ او) کے دس مائیکروگرام فی کیوبک میٹر کی رہنما ہدایت سے سات گنا زیادہ ہے۔ رپورٹ کے مطابق ہندستان کی فضائی آلودگی کی بلند سطح کی وقت کے ساتھ جغرافیائی طور پر خطرناک توسیع ہوئی ہے۔ رپورٹ میں کہا گیا ہے کہ کچھ دہائی قبل کے مقابلے باریک ذرّوں کی آلودگی اب صرف ہندستان کے گنگا کے میدانی علاقوں کی خصوصیت نہیں ہے۔ مہاراشٹر اور مدھیہ پردیش ریاستوں میں آلودگی کافی بڑھ گئی ہے۔ بنگلہ دیش، ہندستان، نیپال اور پاکستان کے لیے اے کیو ایل آئی کے اعداد و شمار سے پتہ چلتا ہے کہ اگر ڈبلیو ایچ او کی رہنما ہدایتوں کے مطابق آلودگی کم کی جاتی ہے تو اوسطاً ایک شخص ۵ء۶ سال زیادہ زندہ رہے گا۔ بنگلہ دیش، ہندستان، نیپال اور پاکستان کی آبادی عالمی آبادی کا تقریباً ایک چوتھائی حصہ ہے اور مسلسل دنیا کے بڑے پانچ سب سے آلودہ ملکوں میں اس کا شمار ہے۔ رپورٹ میں کہا گیا ہے کہ فصل کی باقیات جلانے، اینٹ بھٹوں اور دیگر صنعتی سرگرمیوں نے بھی اس خطہ میں آلودگی پیدا کرنے والے باریک ذروں کو بڑھانے میں کردار ادا کیا ہے۔ رپورٹ میں کہا گیا ہے کہ ایسے باریک ذروں سے ہونے والی آلودگی انسانی صحت کے لیے دنیا کا سب سے بڑا خطرہ ہے۔

دنیا کے تیز ترین جھولے کو لوگوں کے لیے بند کر دیا گیا

دنیا کے تیز ترین جھولے کو لوگوں کی ہڈیاں ٹوٹنے کے سبب بند کر دیا گیا۔ ڈو-ڈونپا نامی دنیا کا سب سے تیزی سے اسپیڈ پکڑنے والے رولر کوسٹر (جھولا) کو عارضی طور پر بند کر دیا گیا ہے۔ اس کی وجہ یہ بتائی گئی ہے کہ گزشتہ نو ماہ کے دوران اس کی وجہ سے کافی لوگوں کی کمر اور گلے کی ہڈی رائیڈنگ کے دوران ٹوٹی۔ جاپان کے علاقے فوجیوشیڈا کے فوجی کیو ہائی لینڈ پارک میں واقع ڈو-ڈونپا رولر کوسٹر ۲۰۰۱ء سے آپریٹ کر رہا تھا اور اس کی رائیڈنگ کرنے والوں کو ایک ایڈرینلائن نامی کیمیائی مادّہ لگایا جاتا تھا تاکہ ان کے اندر سے خوف ختم ہو اور جوش و جذبہ پیدا ہو۔ یہ تفریحی جھولا صرف اک اعشاریہ ۵۶ سیکنڈ میں صفر سے ۱۸۰ کلو میٹر فی گھنٹہ تک کی اسپیڈ پر پہنچنے کے حوالے سے مشہور ہے۔ سپر ڈیتھ اسپی کے باوجود ڈو-ڈونپا کی رائیڈنگ سے کبھی کسی رائیڈر کے زخمی ہونے کی کوئی اطلاع نہ تھی، لیکن گزشتہ دسمبر سے لوگوں کو ہڈی کی چوٹ لگنا شروع ہوئی اور اب تک اس قسم کے چھ کیس رپورٹ ہوئے ہیں، جن میں سے چار کی کمر یا گلے کی ہڈی ٹوٹی۔

دنیا کے معمر ترین شخص نے گھوڑا گاڑی دوڑ جیت لی

امریکہ میں ہر سال منعقدہ گھوڑا گاڑی ریس ۸۶ سالہ کھلاڑی نے اپنے نام کرتے ہوئے ایک نیا ریکارڈ قائم کیا ہے۔ ٹونی ڈینڈیو نے ایک ہفتے قبل ہی اپنی ۸۶ ویں سالگرہ منائی تھی کہ انھوں نے نیوجرسی میں منعقدہ فری ہولڈ ریسے وے میں حصہ لیا۔ ان کے گھوڑے کا رجسٹریشن نمبر پانچ تھا جس کے ساتھ بندھی چھوٹی گاڑی سے دوڑتے ہوئے وہ یہ مقابلہ جیت گئے۔ اس طرح انھوں نے جارج مک کینڈلیس کا ۱۹۹۴ء میں قائم کردہ ریکارڈ توڑ دیا ہے۔ جس میں جارج نے ۸۳ سال کی عمر میں ریس جیتی تھی۔ ٹونی نے ایک میل کا فاصلہ صرف ایک منٹ ۵۹ سیکنڈ اور دو ملی سیکنڈ میں مکمل کرتے ہوئے اعزاز اپنے نام کیا ہے۔ واضح رہے کہ ٹونی مسلسل گھوڑا ریس میں شرکت کرتے رہتے ہیں اور یہ ان کی ۲۳۴ ویں فتح بھی تھی کیونکہ وہ کئی دہائیوں سے اس ریس میں شریک ہو رہے ہیں اور بہترین کھلاڑی تصور کیے جاتے ہیں۔

ماضی کے جھروکے سے
تاریخ ہند کا ایک ورق

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ اور آپ کی شہادت

تحریر: مولانا ندیم احمد انصاری

اسلام کے گلشن کو جن شہدائے عظام نے اپنا خون جگر دے کر سدا بہار کیا، ان میں خلیفہ ثانی سیدنا حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کا نامِ نامی اسم گرامی سرفہرست ہے، آپؓ آسمانِ عدالت و شجاعت پر آفتاب بن کر چمکے۔ آپؓ کے بے شمار فضائل احادیث میں بیان کیے گیے ہیں، مگر افسوس آج امت مسلمہ آپ جیسے جاں نثارانِ اسلام کی حیات و شخصیت سے ناواقف ہوتی جارہی ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ اسلام کی نہایت بزرگ ترین ہستی ہیں اور کیوں نہ ہو خود خلاصۂ کائنات، محبوبِ کبریا، احمد مجتبیٰ، محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے بارگاہِ الٰہی سے جھولی پھیلا کر آپ کو مانگا تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ کے حضور دعا فرمائی تھی؛ اے اللہ! ان دونوں- ابوجہل یا عمر بن خطاب-- میں سے جو تجھے زیادہ محبوب ہو، اس کے ذریعے اسلام کو عزت عطا فرما! اور یہ دعا حضرت عمرؓ کے حق میں قبول ہوئی۔ (ترمذی) حضرت عمرؓ کی ذات وہ ذات ہے، جن کے اسلام میں داخل ہونے پر فرشتوں نے بھی خوشیاں منائیں۔ حضرت جبریلؑ آسمان سے نازل ہوئے اور حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا: اس وقت آسمان والے بھی عمر کے اسلام قبول کرنے پر خوش ہو رہے ہیں۔ [ابن ماجہ] نیز حضرت عمرؓ کی فضیت بیان کرتے ہوئے، خاتم الانبیا نے ارشاد فرمایا: اگر میرے بعد کوئی نبی ہوتا تو وہ عمر بن خطاب ہوتے۔ (ترمذی)

سابقہ امتوں میں کچھ محدث ہوتے تھے؛ وہ نبی تو نہیں ہوتے تھے، لیکن انھیں اللہ تعالیٰ کی طرف سے صحیح باتوں کا الہام ہوتا تھا۔ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اگر میری امت میں کوئی ایسا شخص ہوسکتا ہے، تو وہ عمرؓ بن خطاب ہیں۔ (ترمذی) اسی کا ثمرہ تھا کہ اگر کسی مسئلے میں مسلمانوں کا اختلاف ہوتا اور حضرت عمرؓ کی رائے دوسرے صحابہ کرامؓ سے مختلف ہوتی، تو وہ وحی نازل ہوتی تھی جس سے حضرت عمرؓ کی تائید ہوتی۔ یعنی اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے حضرت عمرؓ کے زبان و دل پر حق کو جاری فرما دیا تھا۔ (ترمذی) یہی نہیں بلکہ قرآن مجید میں بعض مقامات ایسے ہیں کہ جو کلمات حضرت عمرؓ نے فرش پر کہے، وہی الفاظ عرش سے خدا کا قرآن بن کر نازل ہوئے۔ جیسے سورہ بقرۃ کی وہ آیت' جس میں مقام ابراہیم پر نماز کا حکم ہے، دوسری آیتِ حجاب' جو سورۂ احزاب میں ہے اور تیسری سورۂ طلاق کی وہ آیت' جس میں فرمایا گیا ہے کہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اگر اپنی موجودہ ازواج کو طلاق دے دیں تو اللہ تعالیٰ ان سے بہتر بیویاں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو عطا فرما سکتا ہے۔ (مسند احمد)

علاوہ ازیں حضرت عمرؓ کو اللہ تعالیٰ نے ایسا رُعب عطا فرمایا تھا کہ اُن سے فساق و فجار تو کجا، شیطان بھی خوف کھاتا تھا۔ ایک مرتبہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اس ذات کی قسم! جس کے قبضے میں میری جان ہے، اے عمر! شیطان تمھیں جس راستے پر چلتا ہوا دیکھتا ہے، وہ اپنا راستہ بدل دیتا ہے۔ (مسند احمد) نیز حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جس وقت معراج کے مبارک سفر پر تشریف لے گئے، اس موقع پر آپ نے بچشم خود جنت میں حضرت عمرؓ کا محل دیکھا۔ آپ نے ارشاد فرمایا: میں نے جنت میں محل دیکھا ہے جس کی ایک جانب ایک عورت وضو کر رہی تھی، (مجھے) پوچھنے پر معلوم ہوا کہ یہ محل عمرؓ کا ہے۔

حضرت عمرؓ کی فضیلت کا اندازہ اس بات سے کیجیے کہ خود خلاصۂ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمرؓ سے اپنے لیے دعا کی درخواست کی۔ واقعہ یہ ہے کہ ایک مرتبہ حضرت عمرؓ نے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے عمرہ کی اجازت طلب کی، تو حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے انھیں اجازت دیتے ہوئے ارشاد فرمایا: بھائی! ہمیں اپنی دعاؤں میں بھول نہ جانا۔ (مسند احمد) حضرت ابوبکرؓ صدیق سے روایت ہے؛ میں نے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا کہ سورج کبھی بھی عمر سے بہتر کسی شخص پر طلوع نہیں ہوا۔ (ترمذی) اور حضرت علیؓ کرم اللہ وجہہ کی نظروں میں حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد تمام امت میں سب سے بہترین آدمی' پہلے حضرت ابو بکر صدیق اور دوسرے حضرت عمرؓ تھے۔ (مسند احمد) اور خواب کی تعبیر کے امام، مشہور تابعی، حضرت امام ابن سیرینؒ فرماتے ہیں: حضرت ابوبکر صدیقؓ اور حضرت عمر فاروقؓ کی شان میں گستاخی کرنے والا کبھی حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت نہیں کر سکتا۔ (ترمذی)

> **حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے زمین کے بڑے حصے پر حکومت کی۔ آپؓ کی خلافت کا ایک کمال یہ بھی ہے کہ ان کے دورِ خلافت میں کہیں، کسی فتنے نے سر نہیں اٹھایا، اس لیے کہ ان کی ذاتِ والا صفات فتنوں کے درمیان بند دروازے کی طرح تھی، جب یہ دروازہ توڑ دیا گیا تو فتنے اُبل پڑے۔**

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے زمین کے بڑے حصے پر حکومت کی۔ آپؓ کی خلافت کا ایک کمال یہ بھی ہے کہ ان کے دورِ خلافت میں کہیں، کسی فتنے نے سر نہیں اٹھایا، اس لیے کہ ان کی ذاتِ والا صفات فتنوں کے درمیان بند دروازے کی طرح تھی، جب یہ دروازہ توڑ دیا گیا تو فتنے اُبل پڑے۔ (مسند احمد) اگر آپؓ کے عدل وانصاف اور ملکی انتظامات اور فتوحات پر نظر ڈالی جائے تو حیرت ہوتی ہے کہ وہ وہ کام آپؓ کی ذات سے ظاہر ہوئے، جن کا کوئی نمونہ دنیا میں پہلے موجود نہ تھا اور اگر آپؓ کی دینی خدمات اور روحانی کمالات کو دیکھا جائے تو آنکھیں خیرہ ہو جاتی ہیں اور صفحاتِ تاریخ میں اس کی جامعیت کی کوئی تاریخ نہیں ملتی۔ سچ تو یہ ہے کہ ان کا ہر ہر رُویاں اپنے مرشد برحق سید الکل فی الکل اور امام الانبیا والرسل کے سچا ہونے کی شہادت ساری دنیا کے سامنے ادا کر گیا۔ (سیرت خلفاے راشدین)

اس مختصر مضمون میں جو کچھ پیش کیا گیا، اسے صرف ایک نمونہ ہی کہا جا سکتا ہے بلکہ یہ ایک تنبیہ ہے کہ نام نہاد مسلمان اسلام کی ایسی بزرگ ترین ہستیوں کے بارے میں جانیں اور ان کی شخصیت سے سبق حاصل کریں۔

حضرت عمرؓ کی شہادت کا مختصر واقعہ یہ ہے کہ مدینہ منورہ میں فیروز نامی ایک پارسی غلام رہتا تھا، جس کی کنیت ابولولو تھی۔ اس نے ایک دن حضرت عمرؓ سے آکر شکایت کی کہ میرے آقا مغیرہؓ بن شعبہ نے مجھ پر بہت بھاری محصول مقرر کیا ہے، آپ کم کروا دیجیے۔ حضرت عمرؓ نے تعداد پوچھی۔ اس نے کہا؛ روزانہ دو درہم۔ حضرت عمرؓ نے پوچھا کہ تو پیشہ کون سا کرتا ہے؟ بولا کہ نقاشی آہن گری۔ آپؓ نے فرمایا: ان صنعتوں کے مقابلے میں تو یہ رقم زیادہ نہیں ہے۔ فیروز دل میں سخت ناراض ہو کر چلا آیا۔ دوسرے دن حضرت عمر صبح کی نماز کے لیے نکلے تو فیروز خنجر لے کر مسجد میں آیا۔ حضرت عمر کی طرف سے کچھ لوگ اس کام پر مقرر تھے کہ جب جماعت کھڑی ہو تو وہ صفیں درست کریں۔ جب صفیں سیدھی ہوگئیں تو حضرت عمر تشریف لائے اور جوں ہی نماز شروع کی، فیروز نے دفعتًہ گھات میں سے نکل کر مسلسل چھ وار کیے، جس میں سے ایک ناف کے نیچے پڑا۔ حضرت عمرؓ نے فوراً حضرت عبد الرحمٰن بن عوف کا ہاتھ پکڑ کر انھیں اپنی جگہ کھڑا کر دیا اور خود زخم کے صدمے سے گر پڑے۔ عبد الرحمٰن ابن عوفؓ نے اس حالت میں نماز پڑھائی کہ حضرت عمرؓ سامنے بسمل پڑے تھے۔ فیروز نے اور لوگوں کو بھی زخمی کیا، لیکن بالآخر پکڑ لیا گیا اور پھر خودکشی کر لی۔ حضرت عمر کو لوگ اٹھا کر گھر لائے۔ سب سے پہلے انھوں نے پوچھا کہ میرا قاتل کون ہے؟ لوگوں نے بتلایا: فیروز۔ آپؓ نے فرمایا: الحمد للہ! میں ایسے شخص کے ہاتھ سے نہیں مارا گیا، جو اسلام کا دعویٰ رکھتا ہو۔ لوگوں کا خیال تھا کہ زخم چنداں کاری نہیں ہے، غالبًا شفا ہو جائے، چنانچہ ایک طبیب بلایا گیا اس نے نبیذ اور دودھ پلایا، مگر دونوں چیزیں زخم کی راہ سے (باقی صـ۱۴ پر)

ریاستہائے متحدہ امریکہ کا نظام حکومت (۱۳)

اختیارات: ریاستہائے متحدہ امریکہ کے صدر کو بے پناہ اختیارات حاصل ہیں اس لیے لارڈ برائس نے اس عہدے کو دنیا کا سب سے بڑا عہدہ قرار دیا ہے۔ برطانیہ کے بادشاہ یا ملکہ یا جمہوریۂ ہند کے صدر کے مقابلے میں اس کے اختیارات کہیں زیادہ وسیع ہیں۔ حالات کی رفتار کے مطابق اسے اتنے زیادہ اختیارات حاصل ہوگئے۔ یہ محض جمہوریۂ امریکہ کی انتظامیہ کا حاکم اعلیٰ ہی نہیں بلکہ ایک حد تک بڑا قانون ساز (Legislative) بھی ہے۔ یہ اختیارات اسے مندرجہ ذیل ذریعوں سے حاصل ہوئے:

(۱) خود دستور نے اسے مزید اختیارات اور مراعات عطا کیں۔

(۲) سپریم کورٹ نے مختلف معاملوں میں اس کے اختیارات میں بہت زیادہ اضافہ کر دیا۔ مثلاً فیڈرل عہدیداروں کی برخاستگی تمام تر اس کے ہاتھ میں ہے۔ جنگ ختم کرنے کا اختیار بھی اسے حاصل ہے۔

(۳) خاصے اختیارات کانگریس کے پاس کیے ہوئے قوانین یا Stututes سے صدر کو حاصل ہوئے۔ مثلاً کانگریس جو قانون پاس کرتی ہے اس میں محض اصولی باتوں کا ذکر ہوتا ہے لیکن صدر انتظامی احکام کے ذریعے ان کی تفصیلات اور جزئیات مہیا کرتا ہے اور یہ سب کانگریس کے پاس کیے ہوئے قانون کی رو سے کرتا ہے۔ وقتاً فوقتاً کانگریس اسے اختیارات تمیزی (Discretionary Power) بھی دیتی رہتی ہے۔

(۴) مختلف طور طریقوں اور رواجوں (Conventions) کی وجہ سے بھی صدر کے اختیارات میں اضافہ ہوا۔

(۵) ہنگامی صورتِ حال میں صدر کے اختیارات بہت زیادہ بڑھ جاتے ہیں، مثلاً دونوں عالمی جنگوں میں صدر کو ڈکٹیٹر کی سی حیثیت حاصل ہوگئی۔

گاھے گاھے باز خواں......

ہفت روزہ الجمعیۃ ۱۶ سال پہلے

ماضی کے جھروکوں سے حال پر روشنی ڈالتے ہوئے مستقبل کا اشاریہ!

ہفت روزہ **الجمعیۃ** نئی دہلی

۲۵؍نومبر تا ۱؍دسمبر ۲۰۰۵ء

سکھ مخالف فساد اور گجرات فساد: یہ دوہرا پیمانہ کیوں؟

> ۱۹۸۴ء میں سکھ مخالف فسادات ہوئے اور ۲۰۰۲ء میں گجرات فسادات ہوئے۔ سکھ مخالف فسادات میں سکھوں کی جس انداز پر دلجوئی کی گئی وہ ہم سب کو معلوم ہے اور گجرات فسادات جس کے متاثرین مسلمان تھے ان کے ساتھ حکومتوں نے کیا سلوک کیا، وہ بھی سب جانتے ہیں، ان دونوں معاملوں میں ہمارے حکمرانوں کے دوہرا پیمانہ اپنایا جو ظاہر ہے کسی طرح بھی درست نہیں ہے۔ اس پر ہفت روزہ الجمعیۃ کے مدیر تحریر ایم ایس جامعی نے ایک اداریہ تحریر کیا تھا جو حسب ذیل ہے۔

بی جے پی جس آئیڈیالوجی کی نمائندگی کرتی ہے اس میں اقلیت واکثریت میں امتیاز وتفریق کوئی اَنہونی بات نہیں ہے۔ آر ایس ایس کے سیاسی بازو اس تنظیم کا مقصد ملک میں ہندو راشٹر کا قیام ہے اور یہ مقصد اسی وقت حاصل ہوسکتا ہے جب اقلیتوں کو یا تو ختم کر دیا جائے اور یا پھر انھیں ہندوتو کا غلام بنا کر دوسرے درجہ کی شہریت حاصل کرنے پر مجبور کر دیا جائے۔

اس حقیقت کو سب ہی جانتے ہیں کہ قتل وغارتگری، آگ اور خون چاہے کسی بھی کمیونٹی کی طرف سے ہو وہ ظالم ہے اور چاہے کسی بھی کمیونٹی کے خلاف ہو وہ مظلوم ہے اور اس بات سے بھی سب ہی واقف ہیں کہ ہر مظلوم کے خون کی قیمت یکساں ہوتی ہے۔

ہندستان میں آزادی کے بعد سے مسلمان مسلسل فرقہ وارانہ فسادات کا شکار ہیں۔ مسلمانوں کے علاوہ ۱۹۸۴ء کا سکھوں پر ہندوؤں کا عتاب شاید پہلا ہی موقع تھا جب بڑی تعداد میں سکھوں کا قتل عام کیا گیا جو بلاشبہ ایک مذموم اور ناقابل برداشت حرکت تھی۔ ظاہر ہے فرقہ وارانہ فسادات ہوں یا ہندو سکھ فساد مقصد دونوں کا ایک ہی ہے اور جس طرح مظلومیت کا شکار ۱۹۸۴ء میں سکھ ہوئے اسی طرح کسی بھی فرقہ وارانہ فساد میں مسلمانوں کو بھی مظلوم ہی کہا جائے گا مگر یہ فرقہ پرست عناصر خاص طور پر بی جے پی اور اس کی قیادت کی عجیب منطق ہے کہ ان فسادات میں بھی سکھ اور مسلمان کے خون میں امتیاز وتفریق کی پالیسی اپنائے ہوئے ہیں اور افسوسناک بات یہ ہے کہ اس سلسلہ میں دُور از کار تاویلوں کا بھی سہارا لیا جاتا ہے۔

ابھی حال ہی میں بی جے پی کے صدر ایل کے اڈوانی نے گجرات کے فرقہ وارانہ فساد کا ۱۹۸۴ء کے سکھ مخالف فسادات سے موازنہ کو غلط بتاتے ہوئے ایک اور تاویل کی ہے۔ سکھ مخالف فسادات کی ۲۱ ویں برسی پر انھوں نے کہا کہ ۱۹۸۴ء کا سکھ مخالف فساد ایک منظّم سانحہ تھا جسے انجام دینے والوں کی نشاندہی ابھی تک نہیں کی جاسکی ہے جبکہ ۲۰۰۲ء میں گجرات میں گودھرا کے واقعہ کے بعد جو کچھ بھی ہوا وہ دو مذہبی فرقوں کے درمیان صرف ایک فساد تھا۔ اس موقع پر انھوں نے گجرات فساد کے ذمہ داروں اور اس کی انکوائری کے بارے میں کچھ نہیں کہا۔ انھوں نے صرف سکھ مخالف فساد پر ہی لب کشائی کی۔

سکھ مخالف فساد کی ۲۱ ویں برسی پر مسٹر اڈوانی نے یہ بھی کہا کہ اس کا پردہ فاش ہونا ابھی باقی ہے۔ جسٹس ناناوتی کمیشن نے جسے ان کی پارٹی کی سربراہی والی سابقہ این ڈی اے حکومت نے تشکیل دیا تھا، ذمہ داروں اور خطا کاروں کی صرف انفرادی نشاندہی کی ہے اور اس طرح اس نے اپنی ذمہ داری ٹھیک سے نہیں نبھائی۔ انھوں نے اس بات پر افسوس کا اظہار کیا کہ کمیشن نے اس کی وضاحت اپنی رپورٹ میں نہیں کی کہ سابق وزیر اعظم اندرا گاندھی کے قتل کے بعد کن لوگوں نے سکھوں پر حملے کے لیے بھیڑ کی قیادت کی تھی جس کی وجہ سے یہ سانحہ ابھی بھی پراسرار بنا ہوا ہے۔

سکھ مخالف فساد کے بارے میں بی جے پی کا مذکورہ موقف بہت پرانا ہے۔ یہ موقف اس نے اس وقت اختیار کیا تھا جب اس نے راجدھانی دہلی میں جہاں بڑے پیمانے پر فساد ہوا تھا، کانگریس کے خلاف فساد کی سیاست شروع کی تھی اور جس پر وہ آج بھی قائم ہے، لیکن پارٹی اس بابت کچھ نہیں کہتی کہ اس نے کیوں ایسے شخص کی سربراہی میں تحقیقاتی کمیشن تشکیل دیا جو فساد کے اسرار سے پردہ اُٹھانے کا اہل نہیں تھا۔ پھر یہ بات کس قدر حیرت انگیز ہے کہ ایک فساد کی جانچ پوری بھی نہیں ہوئی تھی کہ گجرات میں انھیں کی حکومت نے ایک اور فساد کی انکوائری جسٹس ناناوتی کو سونپ دی جو ہولناکی، تباہی اور جانی ومالی نقصان کے لحاظ سے سکھ مخالف فساد سے کم نہیں تھا۔ اس کے ساتھ ہی یہ نکتہ بھی قابل توجہ ہے کہ بی جے پی سکھ مخالف فساد میں کانگریس کے رول کے بارے میں تو برابر بولتی رہتی ہے اور چند سرکردہ لیڈروں کے رول کی جانچ تو بار بار کرانے کا مطالبہ کرتی ہے لیکن اپنے لیڈروں کے خلاف ایک لفظ بھی نہیں بولتی۔ جن کے خلاف سکھ مخالف فساد کے سلسلہ میں راجدھانی کے مختلف تھانوں میں رپورٹیں درج ہیں اور جن کی جانچ اب تک کسی کمیشن نے نہیں کی ہے پارلیمنٹ کے مانسون اجلاس میں ناناوتی کمیشن کی رپورٹ کی پیشی کے بعد جب اس معاملہ پر بحث کے دوران کانگریس کے لیڈر کپل سبل نے اس کا انکشاف کیا تو اس وقت بھی پارٹی خاموش رہی۔ انصاف کا تقاضہ یہ تھا کہ پارٹی صرف خطا کار کانگریسی لیڈروں کو ہی نہیں اپنی پارٹی کے لیڈروں کو بھی بے نقاب کر کے اُنھیں سزا دلانے کا مطالبہ کرتی لیکن ایسا نہ کر کے وہ صرف کانگریس کے خلاف فساد کی سیاست کر رہی ہے۔

جہاں تک گجرات فساد کی بات ہے، جنھیں خود مسٹر اڈوانی پارٹی کی پیشانی پر بدنما داغ اور انتہائی افسوسناک کہہ چکے ہیں اور مسٹر باجپئی نے اس پر تبصرہ کرتے ہوئے کہا تھا کہ اس سے ہمارا سر شرم سے جھک گیا ہے۔ بیرون ملک ہم کیا منہ دِکھائیں گے فساد کی وجہ سے ہم لوک سبھا انتخابات میں ہار گئے اور مرکز سے این ڈی اے کی حکومت چلی گئی لیکن پارٹی کے ایک بھی لیڈر نے گزشتہ ساڑھے تین برسوں میں پارٹی کی ریاستی حکومت سے یہ سوال نہیں کیا کہ فساد کے ذمہ داروں کو بے نقاب کر کے سزا اور متاثرین کو انصاف کیوں نہیں دلایا جا رہا ہے۔ یکے بعد دیگرے فساد کے مقدمات میں ملزموں کو بری کرا کے نظامِ انصاف وقانون کا مذاق کیوں اُڑایا جا رہا ہے۔

ہمارا شروع سے ہی یہ مشاہدہ رہا ہے کہ فساد کے ذمہ داروں کے خلاف کارروائی کی بجائے صرف فساد کی تاویل کی جاتی ہے۔ کبھی یہ کہا جاتا ہے کہ فساد گودھرا کا ردّعمل تھا تو کبھی یہ کہا جاتا ہے وہ صرف دو فرقوں کے درمیان فساد تھا جبکہ کئی رپورٹوں سے گودھرا کی بھی حقیقت سامنے آچکی ہے اور فساد کے بارے میں بھی سبھی کو پتہ چل چکا ہے کہ وہ منظّم تھا اور اس کی تیاری اور ٹریننگ بہت پہلے سے کی گئی تھی۔

ہمارے خیال میں اب جبکہ کانگریس نے بی جے پی کے حملوں کے جواب میں سکھ مخالف فساد سے گجرات کے فساد کو جوڑ دیا ہے اور بی جے پی اور اس کی ریاستی حکومت سے ویسی (باقی صـ۱۴ پر)

بے دینی اور ارتداد کے بڑھتے واقعات

ایک لمحۂ فکریہ

تحریر: محمد تبریز عالم

جان ہے تو جہان ہے پیارے" میر تقی میر کا یہ مشہورِ زمانہ مصرعہ ہے، بلا شبہ اس کائنات کی تمام تر رعنائیاں اور رنگینیاں زندہ انسان سے وابستہ ہیں، جس دن انسان کی روح قفس عنصری سے پرواز کرتی ہے وہ ایک لاش اور لاشہ بن کر رہ جاتا ہے اور وہ کائنات کے جلوہ صد رنگ سے کچھ فائدہ نہیں اٹھا سکتا؛ اس لیے اپنی جان اور اپنی زیست وحیات کی نہ صرف یہ کہ قدر کرنی چاہیے؛ بلکہ اسے امراض وعوارض سے محفوظ رکھنے کی فکر بھی کرنی چاہیے، چونکہ عموماً اس حوالہ سے لوگوں میں فکر مندی بھی پائی جاتی ہے؛ اس لیے اس موضوع پر بہت زیادہ کہنے اور سننے کی ضرورت محسوس نہیں ہوتی۔ لیکن یہ لکھنا ضروری ہے کہ میر تقی میر کا یہ مصرعہ اپنی حقیقت میں ناقص ہے کیوں کہ یہ صرف ایک جہان کی ترجمانی کرتا ہے، اس میں ایک دوسرے جہان سے صرف نظر یا اس ضرورت کا عدم احساس اس کے نقصان کا عکاس ہے؛ کیونکہ اہلِ ایمان کے نزدیک دو جہان ہیں: ایک وہ جہان ہے جہاں ہم جی رہے ہیں، یہ فانی اور جلد ختم ہونے والا ہے، دوسرا جہان وہ ہے جہاں جینے کے لیے مرنا پڑتا ہے، حقیقت میں وہی جہان اس لائق ہے کہ اسے جہان کہا جائے، وہاں کی پُر لطف اور دائمی زندگی کے لیے اس فانی جہان میں فانی انسان کے قلب وجگر کا ہمیشہ زندہ رہنا ضروری ہے، یاد رہے جو دل دھڑکتا ہے لوگ اسے زندہ سمجھتے ہیں؛ لیکن اہلِ دل اور صاحبِ ایمان کے نزدیک وہی دل، زندہ سمجھا جاتا ہے جس میں خدا تعالی کی محبت پائی جاتی ہو، یعنی محبتِ الٰہی انسانی دل کی روح ہے، دل کی کائنات اسی محبت سے آباد ہے اور دل کی کلیاں اسی محبت سے چٹختی اور مہکتی ہیں۔ دل کی یہ محبت ہر اس انسان کو حاصل ہوتی ہے جس کے دل میں ایمان کی حرارت اور زندگی میں عمل صالح کی پابندی دکھائی دیتی ہے، یعنی ایمان اور عمل صالح کی تکمیل محبتِ الٰہی کے حصول کی دلیل اور علامت ہے؛ اسی لیے اہلِ دل اور شریعت کے رمز شناس کا ماننا اور کہنا ہے کہ "ایمان ہے تو دونوں جہان ہیں یعنی ایمان کی باد بہاری سے جہاں اِس کائنات فانی کی بہاریں وابستہ ہیں وہیں انسان کے حق میں اس کائنات باقی کی شادابی بھی اسی ایمان کے دم سے مربوط ہے۔

حضرت حکیم الامت تھانویؒ کے ایک ملفوظ کا خلاصہ یہ ہے کہ جیسے پیٹ کی غذا الگ ہے ماکولات ومشروبات اور آنکھ کی غذا الگ ہے مبصرات (دیکھی جانے والی چیزیں) اور کان کی غذا الگ ہے یعنی مسموعات، اسی طرح دل کی بھی ایک غذا ہے اور وہ محبت ہے، دل کی غذا محبت کے سوا کچھ نہیں۔ دل کو اسی میں لذت آتی ہے۔ ایمان اور عمل صالح اختیار کرنے پر دنیا ہی میں غذائے روحانی عطا ہوگی، جس سے زیادہ دل کی کوئی غذا نہیں؛ پس ہمیں ایمان اور عمل صالح کی تکمیل میں کوشش کرنا چاہیے۔

بلا شبہ اللہ تعالیٰ کی نعمتوں میں سب سے اہم اور بنیادی نعمت ایمان ہے بلکہ یہ انسانی جان سے بھی زیادہ قیمتی سرمایہ ہے، کیونکہ جان ہے تو جہان ہے لیکن ایمان ہے تو دونوں جہان ہے۔ سب جانتے ہیں اور یہ جاننے کے لیے بہت پڑھا لکھا ہونا ضروری نہیں ہے کہ نعمت جس قدر قیمتی ہوتی ہے اسے لوٹنے والوں کی کمی نہیں ہوتی ہے؛ اس لیے اس سرمایہ کی قدر دانی کے ساتھ اس کی حفاظت ایک ناگزیر امر ہے۔ روز اول سے دولتِ ایمان لوٹنے والے دندناتے پھر رہے ہیں، انسان کا خارجی دشمن شیطان اور انسان کا باطنی دشمن نفس دونوں ایمان شکنی بلکہ ایمان سوزی میں ضرب المثل ہیں؛ شیطان نے اللہ تعالی سے مہلت اسی لیے مانگی ہے اور اسے مہلت اسی لیے ملی ہے کہ وہ اہل ایمان سے ایمان کی صلاحیت چھین لے اور ان کے عمل سے صالحیت لوٹ لے، اس سلسلے میں نفس امارہ گھر کا بھیدی بن کر اس کی خوب مدد کرتا ہے۔ نیز آج کی جو صورت حال ہے اس میں ایمان سوز مواد اور ایمان سوز ماحول کی کثرت نے صاحب ایمان کا جینا دوبھر کر دیا ہے، ہر طرف گناہ اور ایمان مخالف ہوائیں چل رہی ہیں، اس ماحول میں اگر براہیم سا ایمان پیدا کرنے کی کوشش نہیں کی گئی تو آتش نمرود صاحب ایمان کے خرمن کو خاکستر بنا دے گی، آگ نمرود کو اندازِ گلستاں بنانے کے لیے ابراہیم سا ایمان پیدا کرنا ضروری ہے۔ اسی لیے قرآن میں جا بجا ہر پہلو سے ایمان کی بات کی گئی ہے؛ ایک موقع پر اہل ایمان کو یہ تعلیم کی گئی کہ وہ اپنے رب کے حضور یوں دعا مانگا کریں: اے ہمارے رب! تو نے ہمیں جو ہدایت عطا فرمائی ہے اس کے بعد ہمارے دِلوں میں ٹیڑھ پیدا نہ ہونے دے اور خاص اپنے پاس سے ہمیں رحمت عطا فرما۔ بیشک تیری، اور صرف تیری ذات وہ ہے جو بے انتہا بخشش کی خوگر ہے۔ (آل عمران:۸) چنانچہ صحابہ کرام اپنے ایمان کو لے کر بہت فکر مند رہا کرتے تھے، کیوں کہ انھیں اس کی اہمیت کا بہت زیادہ احساس تھا، حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ ایک مرتبہ مسجد میں محوِ دعا تھے، سرکار دوعالم نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی آمد ہوئی تو کہا جو مانگنا ہے مانگ لیں آپ کو وہ چیز ملے گی؛ چنانچہ وہ دعا کررہے تھے: اے اللہ میں تجھ سے ایسا ایمان مانگتا ہوں جو کبھی نہ پھرے یعنی دولت ایمان کو کبھی ارتداد اور زوال کی نظر نہ لگ جائے،

سرکار دوعالم نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے لیے روئے راتوں کو جگے، اور پتھر کھائے؛ صرف اس لیے تاکہ آپ کا کوئی امتی دوزخ میں نہ جائے۔ چونکہ جس دل میں ایمان موجود نہیں ہوگا وہ داخل جہنم ہوگا اور وہ اس کا دائمی ٹھکانہ ہوگا؛ اس لیے ہر صاحب ایمان کی یہ بنیادی اور سب بڑی ذمہ داری ہے کہ وہ اپنے ایمان کی حفاظت کی فکر کرے؛ لیکن صورت حال دلخراش اور بہت خطرناک ہے، ہمارے مسلمان بچے اور بچیاں آئے دن ارتداد کے شکار ہو کر اپنا اور قوم مسلم کا بڑا نقصان کر رہے ہیں، خصوصاً مسلم بچیاں اغیار کے ساتھ شادی بیاہ بھی کر رہی ہیں، اس کے لیے اپنا دین، اپنا نام اور اپنی مذہبی شناخت پامال کرنے میں جھجھک محسوس نہیں کر رہی ہیں، مسلم نوجوان کی صورت حال بھی دیگر گوں ہے، وہ ایمان اور اس کے معتدل اور مفید تقاضوں سے اتنا دور ہو گیا ہے کہ بس وہ تباہی کے دہانے پر آ کھڑا ہے۔ مغربی ممالک سے آئی ہوئی ہر چیز ہمارے مسلم نوجوان کو لائق تقلید معلوم ہوتی ہے، اس پر فیشن پرستی کا ایسا بھوت سوار ہے کہ اسے سنت رسول میں کوئی خاص دلچسپی نہیں، وہ یہود ونصاریٰ اور ہندو تنظیموں کی اندرونی سازشوں سے بے خبر ہے، اسے معلوم نہیں کہ یہود ونصاریٰ متشدد ہنود کا سب سے بڑا ہدف مسلم قوم کے عقائد خراب کرنا، ان کے اخلاق اور نظام زندگی اور دینی ذوق کو برباد کرنا ہے، یہ سرد مہری مسلم نوجوان کو کہاں لے جائے گی، کہنا مشکل نہیں، ایک اقتباس پڑھیے اور حالات کی سنگینی کا اندازہ کیجیے۔

اے نوجوان! سن لو تمہاری تباہی کے لیے یہود نصاریٰ کانفرنسیں کر رہے ہیں، کئی کئی ممالک میں تمہاری تباہی کے لیے دماغ لڑائے جا رہے ہیں، تمہارے لیے سازشیں ہو رہی ہیں، سن لو! نوجوان ہی قوموں کے عروج وزوال کا سبب بنتا ہے، آئیے اب ذرا آج کے نوجوان کو دیکھتے ہیں، کل جن نوجوان کے ہاتھ میں تلوار تھی، آج اس کے ہاتھ میں کرکٹ کا بلا اور وی سی آر کیسٹ (یا اس کا متبادل) ہے، آج وہ اپنا وقت شراب نوشی اور انٹرنیٹ کی فحاشی ویب سائٹس اور مغرب کی اندھی تقلید کرنے والی برہنہ لباس کی دلدادہ لڑکی کی آغوش میں گزار رہا ہے، کل کے نوجوان کے ہاتھ قرآن پاک کے نسخے سے مزین تھے، آج اس کے ہاتھ میں اشتراکیت، کمیونزم اور دوسرے مذاہب کی کتابیں اور فحش اور عریاں رسالہ سے کھیل رہے ہیں اور وہ قرآن کو فرسودہ اور رجعت پسند لوگوں کا نظام سمجھتا ہے، کل جس زبان سے نعرۂ تکبیر اور کلمہ توحید کے نعرے بلند ہو رہے تھے، آج اس زبان سے بے غیرتی اور بے حیائی کے نعرے سنائے جا رہے ہیں، افسوس! کہ آج ہمارا نوجوان کہاں جا رہا ہے، اس کی منزل مقصود کیا ہے؟ (نوجوان تباہی کے دہانے پر، ص۲۶)

حالات کی سنگینی، نوجوان بچے اور بچیوں کی بے راہ روی اور ارتداد کے تعلق سے بیداری کی مہم بھی چل رہی ہے، بے دینی اور ارتداد کے اسباب اور حل کے عنوان سے بہت کچھ کیا جا رہا ہے، دعوت وتبلیغ اور اصلاحی جلسے جلوسوں میں بھی کمی نہیں ہے؛ اس کے باوجود اس سیلابِ ارتداد، لادینی اور بددینی کے طوفان اور بین مذاہب شادیوں کے بڑھتے واقعات پر قابو پانا دشوار ہو رہا ہے، آخر کیوں؟ اس کی بڑی وجہ ایمان وعمل کی کمزوری ہے، ایمان اور عمل دونوں کا آپسی رشتہ اتنا گہرا اور اتنا مضبوط ہے کہ دونوں کو ایک دوسرے سے الگ نہیں کیا جا سکتا، قرآن کریم میں جگہ جگہ ایمان کے ساتھ عمل صالح کا ذکر ہمیں بتاتا ہے کہ انسان کے ایمان کی مضبوطی اور اس میں دن بہ دن ترقی کے لیے عمل صالح کا امتزاج ناگزیر ہے، عمل جس قدر کم ہوگا یا نہیں ہوگا ایمان اسی قدر کمزور یا ختم ہو جائے گا؛ اس لیے ایمان وعمل پر محنت بہت ضروری ہے، اس کے لیے پورے افراد خانہ کا دیندار ہونا ضروری ہے، دین وایمان کی بنیادی باتوں سے باخبر ہونا ناگزیر ہے اور صراط مستقیم کے ذیل میں استقامت کی دعا کے ساتھ اس کی حقیقت کا استحضار لازم ہے، جب گھر کے تمام افراد دیندار ہوں گے اور دین کی بنیادی معلومات کے حامل ہوں گے تو بچوں اور بچیوں کی ذہن سازی بہت آسان ہوگی، جب بچپن سے ایمان کی اہمیت اور کفر وارتداد کی قباحت ان کے دلوں میں جاگزیں ہو جائے گی تو مستقبل میں حالات کیسے بھی ہو جائیں، ایمان واسلام کی کشتی ساحل مراد تک ضرور پہنچ جائے گی، اس کے لیے خود بیدار ہونا پڑے گا، غفلت کی چادر چاک کرنی پڑے گی، ہمارے مسلم نوجوانوں میں بنیادی کمزوری عقائد کا صحیح نہ ہونا ہے، احکام، عقائد پر موقوف ہوتے ہیں، اگر عقائد میں پختگی ہوگی تو احکام میں سستی شاذ ونادر ہوگی، خدا کی وحدانیت اور رب کی ربوبیت اس کی قہاریت وجباریت کا استحضار نہیں ہوتا، جس کی وجہ سے انسان کے اندر اپنے خالق ومالک کی وہ محبت پیدا نہیں ہوتی جو مطلوب ہے اور جو خالق ومالک کی عبادت پر انسان کو مجبور کرتی ہے اور جس کی وجہ سے انسان رب چاہی زندگی بسر کرتا ہے؛ کیونکہ وہ ڈرتا ہے کہ اگر میں نے محبوب کی مرضی کے خلاف کام کیا تو ایک طرف تو میں دعویٰ محبت میں جھوٹا کہلاؤں گا اور دوسری طرف میرا محبوب مجھ سے خفا ہو جائے گا، جس کی وجہ سے اس کے قرب سے محرومی ہو سکتی ہے؛ کیونکہ اس محبوب کو تو ذرے ذرے کا علم ہے، دلوں میں پوشیدہ جذبات اور دماغ میں چھپے ہوئے خیالات سب کا علم ہے اور جہاں یہ چیز مفقود ہوتی ہے، وہاں احکام اسلام کی بجا آوری میں خلل واقع ہو جاتا ہے، آج مسلم نوجوانوں کی اکثریت اس بنیادی کمزوری کا شکار ہے اور اس کا دل مالک حقیقی کی محبت سے یکسر خالی تو نہیں؛ لیکن غیر اللہ کی محبت غالب ہے، اس کا انکار نہیں کیا جا سکتا، ظاہر سی بات ہے، ایک دل میں محبت کے کئی آشیانے نہیں ہو سکتے، اب جس کی محبت غالب ہوتی ہے، انسان اس کی مرضی کے خلاف کام نہیں کرتا اور اگر اس کی مرضی کے خلاف کام ہو گیا تو اسے منانے کی ہزار کوششیں کرتا ہے۔

اب سوال یہ ہے کہ موجودہ دور میں لوگوں کو دینداری اور علم وعمل پر کیسے ابھارا جائے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ شہر شہر، گاؤں گاؤں اور محلے محلے یہ کوشش شروع کی جائے کہ لوگ بالخصوص نوجوان مساجد میں آئیں، مساجد میں نماز ہوتی ہے وہ نماز پڑھیں گے، اس کے بعد ہفتہ واری اصلاحی بیانات کا نظم قائم کیا جائے جس میں اس کی فکر اور کوشش کی جائے کہ کسی صاحب نسبت اور اہل دل کو مدعو کیا جائے، اس طرح لوگوں کو اہل اللہ سے جوڑنے کی مہم جاری کی جائے، اگر اس میں کامیابی مل گئی تو مساجد میں دینی مکتب کا صباحی اور یا مسائی یا ہفتہ واری نظام قائم کیا جائے اور عمر کی قید سے آزاد ہو کر لوگوں کو ایمان ویقین سے روشناس کیا جائے، دینی تعلیم کا ادنی حصہ بھی بے کار نہیں ہوتا؛ بلکہ وہ دین میں تو مفید ہے ہی، دنیا کے حق میں بھی کار آمد ہے، یاد رکھنا چاہیے کہ ایمان وعمل کی کمزوری کی سب سے بڑی وجہ یہی ہے کہ مسلمانوں کا رابطہ اہل اللہ اور صاحب ذوق ایمانی سے ختم ہو گیا ہے، اس لیے اس جانب توجہ درکار ہے، اگر اس میدان میں کامیابی مل گئی تو ارتداد وبے دینی کے سیلاب پر بند لگانا نہ صرف آسان ہو جائے گا؛ بلکہ ارتداد ولادینی کے دیگر اسباب وعوامل پر قابو پانا بھی سہل ہو جائے گا۔ اس کے لیے سب کو فکر کرنا ضروری ہے۔ عام مسلمان بھی فکر کرے، عالم بھی سوچے اور گھر کے افراد بھی غور کریں، بلاشبہ اس وقت حالات کے بے قابو ہونے اور ماحول کے ایمان سوز ہونے میں تکوینی نظام کا عمل دخل بھی ہے کیونکہ دنیا ختم کے قریب ہے، موجودہ زمانہ زمانہ نبوت سے بہت دور ہو چکا ہے لیکن مسلمان تکوینی نظام کا پابند نہیں ہے بلکہ اسے تشریعی نظام کا اٹوٹ حصہ اور اسی کا مکلف بنایا گیا ہے اور شریعت کی رہنمائی تا قیام قیامت یہی ہے کہ ہم اپنے ایمان وعمل کی درستگی، استحکام اور مضبوطی کی فکر کریں۔ نیز دین میں استقامت کی دعا کرتا رہا، اخیر میں ایک اقتباس درج کرنا مناسب معلوم ہوتا ہے: (باقی ص۱۴ پر)

> **اگر عقائد میں پختگی ہوگی تو احکام میں سستی شاذ ونادر ہوگی، خدا کی وحدانیت اور رب کی ربوبیت اس کی قہاریت وجباریت کا استحضار نہیں ہوتا، جس کی وجہ سے انسان کے اندر اپنے خالق ومالک کی وہ محبت پیدا نہیں ہوتی جو مطلوب ہے اور جو خالق ومالک کی عبادت پر انسان کو مجبور کرتی ہے اور جس کی وجہ سے انسان رب چاہی زندگی بسر کرتا ہے؛ کیونکہ وہ ڈرتا ہے کہ اگر میں نے محبوب کی مرضی کے خلاف کام کیا تو ایک طرف تو میں دعوی محبت میں جھوٹا کہلاؤں گا اور دوسری طرف میرا محبوب مجھ سے خفا ہوجائے گا۔**

عالمِ اسلام

امریکہ کو ۹/۱۱ کے بعد عربوں کے خلاف منفی ردّ عمل کو تسلیم کرنا چاہیے

جس طرح امریکی کو نائن الیون کے دہشت گرد حملوں میں ہلاک ہونے والے تین ہزار لوگ یاد ہیں اسی طرح انہیں یہ بھی نہیں بھولنا چاہیے کہ اس کے چند ہفتوں کے بعد ردعمل کے طور پر امریکہ میں مقیم عرب باشندوں اور دیگر افراد پر بھی حملے ہوئے۔ عرب نیوز کے مطابق امریکن عرب اینٹی ڈسکریمی نیشن کمیٹی کے لیگل ڈائریکٹر عابد ایوب نے کہا کہ یہ عرب باشندوں اور مسلمانوں پر منحصر ہے کہ درجنوں حملوں اور ہلاکتوں پر غور کریں۔ ابھی تک نائن الیون کے حملوں کی بیسویں برسی منانے والی تنظیمیں اس کے بعد عربوں اور مسلمانوں کی طرف سے چکائی گئی قیمت کا احساس اور تسلیم کرنے میں ناکام رہی ہیں۔ عابد ایوب نے کہا کہ اس کے بعد ردعمل بہت زیادہ تھا۔ جب بھی تشدد کی وجہ سے کسی کی جان جاتی ہے، چاہے وہ عقل سے عاری دہشت گرد حملے ہوں، بہت سنجیدہ بات ہے اور کمیونٹی کے خلاف ردعمل کو بھی سنجیدہ لینا چاہیے۔

اب تک چالیس لاکھ عمرہ زائرین اور نمازی مسجد الحرام آچکے

سعودی وزارت حج وعمرہ کے ترجمان انجینئر ہشام سعید نے کہا ہے کہ اس سال عمرہ موسم کے آغاز س اب تک تقریباً چالیس لاکھ عمرہ زائرین اور نمازی مسجد الحرام آ چکے ہیں۔ الاخباریہ چینل کے معروف پروگرام ۱۲۰ سے ٹیلیفونک رابطے کے دوران انجینئر ہشام سعید نے کہا کہ عمرہ اور نماز کے اجازت نامے مقررہ حکمت عملی کے تحت جاری کیے گئے۔ مسجد الحرام میں زائرین کو نئے کورونا وائرس سے بچانے کے لیے تمام حفاظتی تدابیر اختیار کی جا رہی ہیں۔ وزارت حج وعمرہ کے ترجمان نے کہا کہ توکلنا ایپ کا دائرہ مسلسل بڑھ رہا ہے۔ مقامی شہری، مقیم غیر ملکی اور خلیجی تعاون کونسل میں شامل ممالک کے زائرین اس سے استفادہ کر رہے ہیں۔ انجینئر ہشام سعید کا کہنا ہے کہ آئندہ مرحلے میں مختلف قسم کے ویزوں پر عمرے کے لیے سعودی عرب آنے والوں کی تعداد میں اضافہ ہوگا۔ یاد رہے کہ سعودی وزارت حج وعمرہ نے عمرہ زائرین کی یومیہ تعداد بڑھا کر ۷۰ ہزار تک کر دی ہے۔ وزارت حج وعمرہ کا کہنا ہے کہ عمرہ اجازت نامہ ہر ۱۵ دن پر جاری کرایا جا سکتا ہے جبکہ مسجد نبوی میں روضہ شریفہ کا اجازت نامہ ایک ماہ کے بعد ہی جاری ہوگا۔

اعتماد سازی کیلئے ایران کو دوسرے ممالک میں مداخلت بند کرنا ہوگی

مشرق وسطیٰ انسٹی ٹیوٹ میں ڈائریکٹر ایران پروگرام ایلکس واٹنکا نے کہا ہے کہ ایران اور عرب ممالک کے درمیان مفاہمت کے لیے ضروری ہے ایران اپنے ہمسایہ ممالک کو قائل کرے کہ اس نے ان کے معاملات میں مداخلت ترک کر دی ہے۔ منگل کو برطانوی تھنک ٹینک 'چیٹم ہاؤس' میں 'ایران کی سیاسی دشمنیاں اور خارجہ پالیسی کے مضمرات' کے عنوان پر گفتگو کا انعقاد کیا گیا جس میں عرب نیوز نے بھی شرکت کی۔ چیٹم ہاؤس میں ہونے والی گفتگو میں وسیع موضوعات پر بات چیت کی گئی جس میں داخلی حالات سے لے کر ایران کے عرب ممالک میں پراکسیز کے استعمال اور مستقبل میں افغانستان کے ساتھ تعلقات زیر غور آئے۔ کتاب 'ایران میں آیت اللہ کی جنگ' کے مصنف ایلکس واٹنکا کا کہنا تھا کہ ایران نے اپنے شہریوں کے سامنے پراکسیز کے استعمال کا یہ جواز پیش کیا ہے کہ تنازعات کو ایران کی سرزمین سے دور رکھنے کے لیے یہ حکمت عملی ضروری ہے، تاہم ان اقدامات کے باعث ہمسایہ ممالک میں ایران کے ارادوں سے متعلق تشویش پائی جاتی ہے۔

انسانی حقوق
قرآن وحدیث کی روشنی میں

تحریر: مولانا ڈاکٹر محمد نجیب قاسمی سنبھلی

شریعت اسلامیہ نے ہر شخص کو مکلّف بنایا ہے کہ وہ حقوق اللہ کے ساتھ حقوق العباد یعنی بندوں کے حقوق کی مکمل طور پر ادائیگی کرے۔ دوسروں کے حقوق کی ادائیگی کے لیے قرآن وحدیث میں بہت زیادہ اہمیت، تاکید اور خاص تعلیمات وارد ہوئی ہیں۔ نیز نبی اکرمؐ، صحابہ کرام، تابعین اور تبع تابعین نے اپنے قول وعمل سے لوگوں کے حقوق ادا کرنے کی جو بے شمار مثالیں پیش کی ہیں، وہ رہتی دنیا تک پوری انسانیت کے لیے مشعل راہ ہیں۔ مگر آج ہم دوسروں کے حقوق تو ادا نہیں کرتے البتہ اپنے حقوق کا جھنڈا اٹھائے رہتے ہیں۔ دوسروں کے حقوق کی ادائیگی کی کوئی فکر نہیں کرتے، اپنے حقوق کو حاصل کرنے کے لئے مطالبات کرتے رہتے ہیں۔ چنانچہ حقوق کے نام سے انجمنیں اور تنظیمیں بنائی جارہی ہیں، لیکن دنیا میں ایسی انجمنیں یا تحریکیں یا کوششیں موجود نہیں ہیں، جن میں یہ تعلیم دی جائے کہ دوسروں کے حقوق جو ہمارے ذمہ ہیں وہ ہم کیسے ادا کریں؟ شریعت اسلامیہ کا اصل مطالبہ یہی ہے کہ ہم میں سے ہر ایک اپنی ذمہ داریوں یعنی دوسروں کے حقوق ادا کرنے کی زیادہ سے زیادہ کوشش کرے۔

عام لوگوں کے حقوق:

اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لانے والے ہر شخص پر ضروری ہے کہ وہ تمام لوگوں کے حقوق کی ادائیگی کرے۔ کسی کے مال یا جائداد پر ناجائز قبضہ نہ کرے۔ کسی کو دھوکہ نہ دے۔ کھانے کی اشیاء میں ملاوٹ نہ کرے۔ شریعت اسلامیہ میں کسی کو ناحق قتل کرنا تو درکنار کسی شخص کو مارنا یا گالی دینا یا برا بھلا کہنا بھی جائز نہیں ہے۔ راستہ کا حق ادا کیا جائے۔ غریبوں، مسکینوں، یتیموں اور کمزوروں کا خیال رکھا جائے۔ عام لوگوں کے ساتھ ساتھ والدین، میاں بیوی، اولاد، رشتہ داروں اور پڑوسیوں کے حقوق ادا کیے جائیں۔ چنانچہ حضور اکرمؐ نے دوسروں کے حقوق میں کوتاہی کرنے پر آخرت میں سخت عذاب کی خبر اس طرح دی: کیا تم جانتے ہو کہ مفلس کون ہے؟ صحابہ نے عرض کیا: ہمارے نزدیک مفلس وہ شخص ہے جس کے پاس کوئی پیسہ اور دنیا کا سامان نہ ہو۔ آپؐ نے ارشاد فرمایا: میری امت کا مفلس وہ شخص ہے جو قیامت کے دن بہت سی نماز، روزہ، زکاۃ (اور دوسری مقبول عبادتیں) لے کر آئے گا مگر حال یہ ہوگا کہ اس نے کسی کو گالی دی ہوگی، کسی پر تہمت لگائی ہوگی، کسی کا مال کھایا ہوگا، کسی کا خون بہایا ہوگا یا کسی کو مارا پیٹا ہوگا تو اس کی نیکیوں میں سے ایک حق والے کو (اس کے حق کے بقدر) نیکیاں دی جائیں گی، ایسے ہی دوسرے حق والے کو اس کی نیکیوں میں سے (اس کے حق کے بقدر) نیکیاں دی جائیں گی۔ پھر اگر دوسروں کے حقوق چکائے جانے سے پہلے اس کی ساری نیکیاں ختم ہوجائیں گی تو (ان حقوق کے بقدر) حقداروں اور مظلوموں کے گناہ (جو انہوں نے دنیا میں کئے ہوں گے) ان سے لے کر اس شخص پر ڈال دئے جائیں گے، اور پھر اس شخص کو دوزخ میں پھینک دیا جائے گا۔

والدین کے حقوق:

قرآن وحدیث میں والدین کے ساتھ حسن سلوک کرنے کی خصوصی تاکید کی گئی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے متعدد مقامات پر اپنی عبادت کا حکم دینے کے ساتھ ساتھ والدین سے اچھا برتاؤ کرنے کا حکم دیا ہے، جس سے والدین کی اطاعت، ان کی خدمت اور ان کے ادب واحترام کی اہمیت واضح ہوجاتی ہے۔ احادیث میں بھی والدین کی فرمانبرداری کی خاص اہمیت وتاکید اور اس کی فضیلت بیان کی گئی ہے۔ ماں باپ کی نافرمانی تو کجا، ناراضگی وناپسندیدگی کے اظہار اور جھڑکنے سے بھی روکا گیا ہے اور ادب کے ساتھ نرم گفتگو کا حکم دیا گیا ہے۔ پوری زندگی والدین کے لئے دعا کرنے کا حکم ان کی اہمیت کو دوبالا کرتا ہے۔ قرآن وحدیث کی روشنی میں علماء کرام نے والدین کے حقوق کچھ اس طرح تحریر فرمائے ہیں۔ دوران حیات حقوق: ان کا ادب واحترام کرنا۔ ان سے محبت کرنا۔ ان کی فرمانبرداری کرنا۔ ان کی خدمت کرنا۔ ان کو حتی الامکان آرام پہنچانا۔ ان کی ضروریات پوری کرنا۔ وقتاً فوقتاً ان سے ملاقات کرنا۔ بعد از وفات حقوق: ان کے لئے اللہ تعالیٰ سے معافی اور رحمت کی دعائیں کرنا۔ ان کی امانت وقرض ادا کرنا۔ ان کی جائز وصیت پر عمل کرنا۔ ان کی جانب سے ایسے اعمال کرنا جن کا ثواب ان تک پہنچے۔ ان کے رشتے دار، دوست ومتعلقین کی عزت کرنا۔ کبھی کبھی ان کی قبر پر جانا۔

اولاد کے حقوق:

نیک اولاد والدین کے لیے عظیم نعمت ہے، اور اولاد نیک اس وقت ہوگی جب ان کی پرورش اللہ اور اس کے رسولؐ کے بتائے ہوئے اصولوں کے مطابق کی جائے۔ اللہ کے رسولؐ نے فرمایا: ہر بچہ اپنی فطرت (اسلام) پر پیدا ہوتا ہے، اس کے والدین اسے یہودی، نصرانی یا مجوسی بنادیتے ہیں۔ (بخاری ومسلم) اس حدیث سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ بچہ کا ذہن ودماغ کورے کاغذ کی مانند ہوتا ہے، اس کے والدین بچپن میں اس کے ذہن ودماغ پر جو نقش کردیتے ہیں اس کا اثر آخر عمر تک رہتا ہے۔ والدین کی چند ذمہ داریاں یعنی اولاد کے حقوق حسب ذیل ہیں۔ بچہ کی ولادت کے وقت دائیں کان میں اذان اور بائیں کان میں تکبیر کہنا۔ تحنیک، یعنی کھجور کو اچھی طرح چبا کر بچہ کے منہ میں ڈالنا اور مسوڑھوں پر رگڑنا۔ ساتویں دن عقیقہ کرنا، لڑکے کی ختنہ کرانا، سر کے بال کاٹ کر بالوں کے وزن کے بقدر چاندی یا اس کی قیمت صدقہ کرنا اور اچھا نام رکھنا۔ اگر کسی وجہ سے ساتویں دن عقیقہ نہ کرسکے تو بعد میں بھی کیا جاسکتا ہے۔ اپنی حیثیت کے مطابق اولاد کے تمام ضروری اخراجات برداشت کرنا۔ بچوں کی بہتر تعلیم وتربیت کرنا۔ والدین کے ذمہ یہ ایک ایسا حق ہے جسے اگر والدین نے صحیح طریقہ سے ادا کیا تو اس کے ذریعہ ایک اچھی نسل کی بنیاد پڑے گی اور اگر اس حق میں ذرا بھی کوتاہی اور غفلت برتی گئی تو پھر نہ جانے اس کا خمیازہ آنے والی کتنی نسلوں کو بھگتنا پڑے گا۔ اولاد کی تعلیم وتربیت یقیناً ایک بڑا ہی اہم اور نازک مسئلہ ہے، جسے بڑی ہی دانشمندی اور ہوشیاری سے انجام دینا چاہیے۔ اولاد کی تعلیم وتربیت میں ابتدائی دنوں میں تو ماں کا کردار سب سے اہم ہوتا ہے، لیکن بچہ کی بڑھتی عمر کے ساتھ ساتھ وہ ذمہ داری باپ کی جانب منتقل ہوتی جاتی ہے۔ تعلیم وتربیت کے بعد والدین کے ذمہ اولاد کا آخری اور اہم حق ان کی شادی کا رہتا ہے۔ شادی کے تعلق سے نبی اکرمؐ کی تعلیمات کی روشنی میں ہمیں لڑکے اور لڑکی کے انتخاب میں دینداری اور شرافت کو ترجیح دینی چاہئے۔

دو اجنبی مرد وعورت کے درمیان شوہر بیوی کا رشتہ اسی وقت قائم ہوسکتا ہے جب دونوں کے درمیان شرعی نکاح عمل میں آئے۔ نکاحِ شرعی کے بعد دو اجنبی مرد وعورت رفیق حیات بن جاتے ہیں، ایک دوسرے کے رنج وخوشی، تکلیف وراحت اور صحت وبیماری غرضیکہ زندگی کے ہر گوشہ میں شریک ہوجاتے ہیں۔ نکاح کی وجہ سے بے شمار حرام امور ایک دوسرے کے لئے حلال ہوجاتے ہیں حتی کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں ایک دوسرے کو لباس سے تعبیر کیا ہے یعنی شوہر اپنی بیوی کے لئے اور بیوی اپنے شوہر کے لئے لباس کے مانند ہے۔ شرعی احکام کی پابندی کرتے ہوئے میاں بیوی کا جسمانی اور روحانی طور پر لطف اندوز ہونا نیز ایک دوسرے کے حقوق کی ادائیگی کرنا یہ سب شریعت اسلامیہ کا جزء ہیں اور ان پر بھی اجر ملے گا، ان شاء اللہ۔ بیوی کے حقوق: مکمل مہر کی ادائیگی کرنا۔ بیوی کے تمام اخراجات برداشت کرنا۔ بیوی کے لئے رہائش کا انتظام کرنا۔ اور بیوی کے ساتھ حسن معاشرت کرنا۔ شوہر کے حقوق: شوہر کی اطاعت کرنا۔ شوہر کے مال وآبرو کی حفاظت کرنا۔ گھر کے اندرونی نظام کو چلانا اور بچوں کی تربیت کرنا۔

اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں ارشاد فرماتا ہے: اللہ کی عبادت کرو، اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہراؤ، اور والدین کے ساتھ اچھا سلوک کرو، نیز رشتہ داروں، یتیموں، مسکینوں، قریب والے پڑوسی، دُور والے پڑوسی، ساتھ بیٹھے (یا ساتھ کھڑے ہوئے) شخص اور راہ گیر کے ساتھ اور اپنے غلام باندیوں (یعنی ماتحتوں) کے ساتھ بھی (اچھا برتاؤ کرو)۔ بیشک اللہ کسی اِترانے والے شیخی باز کو پسند نہیں کرتا۔ (سورۃ النساء ۳۶) اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے پڑوسیوں کے ساتھ اچھا برتاؤ کرنے کی تعلیم دی ہے خواہ وہ رشتہ دار ہوں یا نہ ہوں اور مسلمان ہوں یا نہ ہوں۔ غرضیکہ پڑوسی ہونے کی بنیاد پر ہر شخص کا خیال رکھنا ہماری دینی واخلاقی ذمہ داری ہے۔ حضور اکرمؐ ارشاد فرماتے ہیں کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام اس کثرت سے پڑوسیوں کے بارے میں احکام لے کر آتے تھے کہ مجھے خیال ہونے لگا کہ کہیں پڑوسی کو وراثت میں حصہ دار نہ بنادیا جائے۔ (ترمذی، البر والصلۃ) اسی طرح حضور اکرمؐ نے ارشاد فرمایا: جو کوئی اللہ اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتا ہو وہ اپنے پڑوسی کو تکلیف نہ پہنچائے۔ (بخاری) نیز نبی اکرمؐ نے ارشاد فرمایا: جو کوئی اللہ اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتا ہو وہ اپنے پڑوسی کا خیال رکھے۔

اسلام نے جہاں عام لوگوں کے حقوق کی ادائیگی کی بار بار تاکید کی ہے، وہیں پڑوسیوں اور قریبی ودور کے رشتہ داروں کے حقوق کی ادائیگی یہاں تک کہ میاں بیوی کو بھی ایک دوسرے کے حقوق ادا کرنے کی تعلیم دی ہے۔ شریعت اسلامیہ میں انفرادی زندگی کے ساتھ سماجی زندگی کے احکام بھی بیان کیے گئے ہیں تاکہ سب کی مشترکہ کوششوں سے ایک اچھا معاشرہ بنے۔ لوگ ایک دوسرے کا احترام کریں، ایک دوسرے کے خوشی وغم میں شریک ہوں اور جس کا جو حق ہے وہ ادا کیا جائے۔ والدین سے بھی کہا گیا کہ وہ اپنی اولاد کے حقوق ادا کریں۔ اسی طرح اولاد کو بھی تعلیم دی گئی کہ اپنے والدین کے ساتھ حسن سلوک کریں، میاں بیوی کے اوپر یہ ذمہ داری عائد کی گئی ہے کہ وہ اپنی اپنی ذمہ داریاں بحسن خوبی انجام دیں تاکہ زندگی کا پہیّہ صحیح سمت چلے۔ پڑوسیوں کا بھی مکمل خیال رکھنے کی تعلیم دی گئی ہے حتی کہ کہا گیا ہے کہ پڑوسیوں کو تکلیف پہنچانے والا شخص کامل مؤمن نہیں ہوسکتا ہے۔ اسی طرح ہر شخص کی یہ ذمہ داری ہے کہ اپنی استطاعت کے مطابق تمام رشتہ داروں کو ساتھ لے کر چلے۔ آج ہمارے معاشرہ میں یہ بیماری بہت عام ہوگئی ہے کہ معمولی معمولی بات پر رشتہ داروں سے قطع تعلق کرلیا جاتا ہے۔ حالانکہ ضرورت ہے کہ ہم رشتہ داروں کے ساتھ صلہ رحمی کریں، ان کی خوشی وغمی میں شریک ہوں اور ان کے ساتھ احسان اور اچھا برتاؤ کریں۔ چنانچہ سورۃ النحل آیت ۹۰ میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: بیشک اللہ انصاف کا، احسان کا، اور رشتہ داروں کو (اُن کے حقوق) دینے کا حکم دیتا ہے۔ اور بے حیائی، بدی اور ظلم سے روکتا ہے، وہ تمہیں نصیحت کرتا ہے تاکہ تم نصیحت قبول کرو۔ نیز نبی اکرمؐ نے ارشاد فرمایا: قطع رحمی کرنے والا کوئی شخص جنت میں داخل نہیں ہوگا۔ (بخاری ومسلم) دیگر احادیث کی روشنی میں علماء کرام نے فرمایا ہے کہ وہ اپنی سزا کاٹنے کے بعد ہی جنت میں داخل ہوسکتا ہے۔ اسی طرح قرآن وحدیث میں رشتہ داروں کے معاشی حقوق پر بھی زور دیا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: آپ سے پوچھتے ہیں کہ (اللہ کی راہ میں) کیا خرچ کریں، فرمادیں جس قدر بھی مال خرچ کرو (درست ہے) مگر اس کے حقدار تمہارے ماں باپ ہیں اور قریبی رشتہ دار ہیں اور یتیم ہیں اور محتاج ہیں اور مسافر ہیں، اور جو نیکی بھی تم کرتے ہو بیشک اللہ اسے خوب جاننے والا ہے۔ (سورۃ البقرۃ ۲۱۵) نیز نبی اکرمؐ نے غریب رشتہ داروں کی معاشی بحالی پر زور دینے کے ساتھ ساتھ کمزور اقرباء کے حقوق کی ادائیگی کی بھی تلقین فرمائی ہے۔ چنانچہ آپؐ نے عام افراد پر صدقہ کرنے کے بجائے رشتہ داروں پر خرچ کو بھی ثواب کا ذریعہ ووسیلہ قرار دیا ہے۔ اس سے آگے بڑھ کر آپؐ نے ارشاد فرمایا: عام مسکین پر صدقہ سے تو ایک گنا ہی ثواب پائے گا لیکن اگر کوئی شخص غریب رشتہ دار کو صدقہ دیتا ہے تو اس کو دوگنا ثواب واجر ملے گا، ایک اجر تو صدقے کا، دوسرا صلہ رحمی کا۔ ◻◻

اسلام نے جہاں عام لوگوں کے حقوق کی ادائیگی کی بار بار تاکید کی ہے، وہیں پڑوسیوں اور قریبی ودور کے رشتہ داروں کے حقوق کی ادائیگی یہاں تک کہ میاں بیوی کو بھی ایک دوسرے کے حقوق ادا کرنے کی تعلیم دی ہے۔ شریعت اسلامیہ میں انفرادی زندگی کے ساتھ سماجی زندگی کے احکام بھی بیان کیے گئے ہیں تاکہ سب کی مشترکہ کوششوں سے ایک اچھا معاشرہ بنے۔ لوگ ایک دوسرے کا احترام کریں، ایک دوسرے کے خوشی وغم میں شریک ہوں اور جس کا جو حق ہے وہ ادا کیا جائے۔۔

عالمی خبریں

افغانستان کو پوری نسل کی تباہی کے خطرے کا سامنا ہے: اقوام متحدہ

اقوام متحدہ کے ادارے یونیسکو نے کہا ہے کہ افغانستان گزشتہ دو دہائیوں میں بچوں خاص طور پر لڑکیوں کی تعلیم میں کی گئی ترقی میں پیچھے جانے کا خطرہ ہے۔ فرانسیسی خبر رساں ادارے اے ایف پی کے مطابق یونیسکو نے کہا ہے کہ افغانستان میں اندرونی طور پر بے گھر افراد کی تعداد میں اضافے کا امکان ہے جس سے افغان بچوں کے تعلیم کے ضائع ہونے اور پوری نسل کی تباہی کے خطرے کا خدشہ ہے اور اس سے ملک کے کئی برسوں کی پائیدار ترقی پر منفی اثر پڑے گا۔ یونیسکو کی حالیہ رپورٹ کے مطابق ۱۱؍ستمبر کے حملوں کے بعد جب امریکی فوج نے طالبان کی حکومت کا خاتمہ کیا تو پرائمری سکولوں میں لڑکیوں کی تعداد تقریباً صفر سے بڑھ کر دو اعشاریہ پانچ ملین ہوگئی تھی۔ خواتین کی خواندگی تقریباً دگنی ہوگئی تھی اور اس وقت پرائمری کلاسز میں دس طالب علموں میں چار لڑکیاں ہیں۔ مجموعی طور پر تقریباً دس ملین بچے اور جوان افراد تعلیم حاصل کررہے ہیں، یہ تعداد ۲۰۰۱ء میں ایک ملین تھی۔ اب طالبان نے فیصلہ کیا ہے پرائیویٹ یونیورسٹیوں میں خواتین مردوں سے علیحدہ ہوں گی اور وہ باپردہ ہوں گی۔ سرکاری اداروں کے لیے مزید سخت اصول وضوابط متوقع ہیں جس میں مرد اساتذہ خواتین کو نہیں پڑھاسکیں گے۔

جو بائیڈن اور شی جن پنگ کا تنازع سے بچنے پر تبادلہ خیال

امریکہ کے صدر جو بائیڈن اور چینی صدر شی جن پنگ کے درمیان ٹیلی فونک رابطے میں امریکہ چین تنازع سے بچنے سے متعلق بات چیت کی گئی ہے۔ فرانسیسی خبر رساں ادارے اے ایف پی کے مطابق دونوں ممالک کے سربراہوں کے درمیان سات ماہ کے وقفے کے بعد یہ پہلا رابطہ ہے۔ وائٹ ہاؤس کے مطابق اس گفتگو میں اس بات پر زور دیا گیا کہ دونوں ملکوں کے درمیان مسابقت کسی بھی صورت تنازع کی شکل اختیار نہ کرے۔ چین کے ریاستی نشریاتی ادارے سی سی ٹی وی کے مطابق صدر شی جن پنگ نے سات ماہ میں اپنی پہلی کال کے دوران امریکی ہم منصب جو بائیڈن کے ساتھ 'کھلی اور تفصیلی' گفتگو کی۔ سی سی ٹی وی کے مطابق دنیا کی دو بڑی معیشتوں کے رہنماؤں نے چین امریکہ تعلقات اور باہمی دلچسپی کے امور پر کھلی، گہری اور وسیع اسٹریٹیجک بات چیت کی ہے۔ اے ایف پی کے مطابق فون کال کے دوران بائیڈن کا پیغام یہ تھا کہ امریکہ اس بات کو یقینی بنانا چاہتا ہے کہ مسابقتی ماحول رہتے ہوئے مستقبل میں ہمارے درمیان ایسی کوئی صورت حال پیدا نہ ہو جہاں ہم غیر ارادی تنازع کا شکار ہوں۔

ایسٹرا زینکا ویکسین سے فالج کا خطرہ لیکن امکان نہایت کم

یورپین میڈیسن ایجنسی نے اعصابی بیماری گیلن برے سنڈروم کو کورونا وائرس ویکسین ایسٹرا زینکا کے مضر اثرات کی فہرست میں شامل کرلیا ہے۔ جو عارضی فالج کا باعث بن سکتا ہے تاہم اس کے امکانات کو بہت ہی کم قرار دیا ہے۔ فرانسیسی خبر رساں ادارے اے ایف پی کے مطابق یورپین میڈیسن ایجنسی نے بدھ کو کہا ہے کہ ایسٹرا زینکا ویکسزیریا کی ۵۹۲ خوراکیں دینے کے بعد ۳۱؍جولائی تک دنیا بھر میں ۸۳۳ کیس رپورٹ ہوئے۔ یورپین میڈیسن ایجنسی نے کہا ہے کہ گیلن برے سنڈروم کو اس ویکسین کے مضر اثرات سے متعلق معلومات میں شامل کیا جائے۔

احسان شناسی - اسلامی تعلیمات کی روشنی میں

تحریر: مولانا عبدالرشید طلحہ نعمانی

معروف اسلامی مورخ علامہ عبد الرحمٰن ابن خلدون اپنی کتاب 'تاریخ ابن خلدون' کے مقدمے میں ارقام فرماتے ہیں کہ اجتماع انسانی ضرورت ہے یعنی آدمی کا اپنے ابناء جنس کے ساتھ مل جل کر رہنا ایسا لابدی امر ہے جس سے راہ فرار اختیار نہیں کی جاسکتی۔ مدنیت انسانی فطرت میں شامل ہے اور ہر انسان اپنی ضروریات زندگی کے لیے دیگر انسانوں کے تعاون کا محتاج اور معاشرتی زندگی گزارنے پر مجبور ہے۔ جب یہ حقیقت ہے کہ بنی آدم کسی نہ اعتبار سے ایک دوسرے کے محسن ومعاون ہیں تو اس احسان کا تقاضا ہے کہ اپنے محسن کے ساتھ وفاداری اور احسان شناسی کا معاملہ کیا جائے، اس کے تعاون کا اچھا بدلہ دیا جائے، اگر بدلے میں کوئی مادی چیز دینے کی استطاعت نہ ہو تو خلوص دل کے ساتھ دعائے خیر دی جائے اور اپنے قول وعمل سے ہرگز اس طرح ظاہر نہ کیا جائے جس سے احسان فراموشی کی بو آتی ہو۔

احسان شناسی کی ضد احسان فراموشی ہے، جو ان دنوں جنس ارزاں کی طرح عام ہوتی جارہی ہے۔ آج کے انسان کا معاملہ نہ صرف محسن انسانوں کے ساتھ؛ بلکہ خود منعم حقیقی کے ساتھ اس درجہ احسان فراموشی کا ہے کہ وہ اس کی عطا کردہ زندگی جیسی عظیم نعمت اور مزید لاتعداد نعمتوں اور رحمتوں کے باوجود بھی کفران نعمت اور ناشکری جیسی انتہا سے باز نہیں آتا اور نتیجتاً قانون قدرت کے مطابق عذاب الٰہی کا مستحق قرار پاتا ہے۔ احسان فراموشی کی صفت جس انسان میں پائی جاتی ہے، وہ دنیا اپنی جانب اللہ تعالیٰ کی طرف سے آنے والی بیش بہا نعمتوں کے دروازے بند کرلیتا ہے اور روز قیامت عتاب خداوندی کا سزاوار ٹھہرتا ہے۔

احسان شناسی؛ کتاب وسنت کی روشنی میں:

ہم پر احسان خواہ والدین کا ہو یا کسی بھی دوسرے انسان کا، شریعتِ مطہرہ نے ہمیں حکم دیا ہے کہ ہم احسان شناسی کا ثبوت دیں۔ صاحبِ استطاعت ہونے کے بعد ہمارا فریضہ ہے کہ اپنے والدین اور اساتذہ کا خیال رکھیں، ان کی ضروریات پوری کریں، ان کو ہر قسم کی راحت و آسائش پہنچانے کی فکر کریں، جیسا کہ وہ ہمارے بچپن میں ہماری فکر کرتے تھے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے: ''تم آپس میں ایک دوسرے کے احسان کو مت بھولو، بے شک اللہ کو تمھارے اعمال کی خبر ہے''۔ (البقرہ: ۲۳۷) دوسری جگہ اپنی نعمتوں کو یاد دلاتے ہوئے فرماتا ہے: ''اگر تم اس کا شکر ادا کروگے، تو وہ تم سے راضی ہوگا''۔ (الزمر: ۷)

حضرت سلیمان علیہ السلام اور ملکۂ بلقیس کے واقعے کے ضمن میں حضرت سلیمان علیہ السلام کی زبانی ارشاد ہوا: ''وہ (جن) جس کے پاس کتاب کا علم تھا، اس نے کہا کہ میں (ملکۂ بلقیس کے تخت کو) آپ کے پلک جھپکنے سے پہلے لے آؤں گا، تو جب حضرت سلیمان نے اس عرش کو اپنے پاس دیکھا تو کہا یہ میرے رب کا احسان اور فضل ہے، جو مجھے آزمانا چاہتا ہے کہ میں اس کی نعمت کا شکر ادا کرتا ہوں یا کفرانِ نعمت کرتا ہوں، اور جس نے شکریہ ادا کیا، اس نے اپنے لیے کیا اور جس نے کفرانِ نعمت کیا، تو بلاشبہ اللہ تعالیٰ بے نیاز اور کرم فرما ہے''۔ (النمل: ۴۰)

اسی طرح سورۂ رحمان میں مقربین کی جنت ونعمت کے اوصاف بیان کرنے کے بعد آخر میں مخاطبین کو متوجہ کر کے نہایت بلیغ بات ارشاد فرمائی: هل جزاء الاحسان الا الاحسان. (الرحمٰن: ۶۰) تمھیں اس بات پر تعجب کیوں ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے نیک بندوں کو یہ ساری نعمتیں دینے والا ہے! آخر نیکی اور پاک بازی کا بدلہ کیا ہونا چاہیے؟ انعام واکرام ہی ہونا چاہیے یا کچھ اور؟ ظاہر ہے کہ جس بندہ نے بندہ ہو کر بندگی کے حقوق کو بہ حسن وخوبی پورا کیا، کیا رب ذوالجلال والاکرام پروردگار عالم ہو کر اپنی شان بندہ نوازی میں کوئی کمی رہنے دے گا؟ نہیں، ہرگز نہیں!! اللہ تعالیٰ تو ہر ایک انسان کو اس کے احسان کا اچھا بدلہ دینے والا ہے وہ تو کسی کی نیکی کو رائیگاں نہیں کرے گا اور نہ ہی اس کا اجر دینے میں کبھی بخل سے کام لے گا۔ یہ بات چونکہ انسانی فطرت میں راسخ ہے، کوئی عاقل، سلامتیٔ عقل و ہوش کے ساتھ اس کا انکار نہیں کرسکتا، اس وجہ سے بات ایسے اسلوب میں بیان فرمائی، جو ایک واضح حقیقت ہے یعنی احسان کا بدلہ بجز احسان کے کچھ نہیں ہوسکتا۔ لفظ احسان نیکی کے معنی میں بھی آتا ہے اور نیک صلہ کے معنی میں بھی، اس آیت میں یہ نہایت خوبصورتی کے ساتھ دونوں ہی معنوں میں استعمال ہوا ہے۔

ہم پر احسان خواہ والدین کا ہو یا کسی بھی دوسرے انسان کا، شریعتِ مطہرہ نے ہمیں حکم دیا ہے کہ ہم احسان شناسی کا ثبوت دیں۔ صاحبِ استطاعت ہونے کے بعد ہمارا فریضہ ہے کہ اپنے والدین اور اساتذہ کا خیال رکھیں، ان کی ضروریات پوری کریں، ان کو ہر قسم کی راحت و آسائش پہنچانے کی فکر کریں، جیسا کہ وہ ہمارے بچپن میں ہماری فکر کرتے تھے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے: ''تم آپس میں ایک دوسرے کے احسان کو مت بھولو، بے شک اللہ کو تمھارے اعمال کی خبر ہے''۔ (البقرہ: ۲۳۷) دوسری جگہ اپنی نعمتوں کو یاد دلاتے ہوئے فرماتا ہے: ''اگر تم اس کا شکر ادا کروگے، تو وہ تم سے راضی ہوگا''۔

احادیث مبارکہ میں بھی نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے قدم قدم پر احسان شناسی کی تعلیم دی ہے اور محسن کی قدر شناسی کو ضروری بتلایا ہے، اس سلسلے میں چند احادیث ملاحظہ فرمائیں!

حضرت ابو ہریرہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا: جو شخص انسانوں کا شکر نہیں ادا کرتا، وہ اللہ کا بھی شکر ادا نہیں کرسکتا۔ (جامع ترمذی) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نقل کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بیویوں کی ناشکری کے حوالے سے ارشاد فرمایا: مجھے دوزخ دکھلائی گئی تو اس میں زیادہ تر عورتیں تھیں جو کفر کرتی ہیں۔ کہا گیا یا رسول اللہ! کیا وہ اللہ کے ساتھ کفر کرتی ہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ خاوند کی ناشکری کرتی ہیں۔ اور احسان کی ناشکری کرتی ہیں۔ اگر تم عمر بھر ان میں سے کسی کے ساتھ احسان کرتے رہو۔ پھر تمہاری طرف سے کبھی کوئی ان کے خیال میں ناگواری کی بات ہوجائے تو فوراً کہہ اٹھے گی کہ میں نے کبھی بھی تجھ سے کوئی بھلائی نہیں دیکھی۔ ایک اور حدیث میں اپنی امت کو انسانی ہم دردی اور حسن سلوک کی تلقین کرتے ہوئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جو شخص تم سے اللہ کے واسطے سے پناہ مانگے، اسے پناہ دے دو، جو اللہ کے واسطے سے مانگے، اسے دے دو، جو تم سے فریاد کرے، اس کی مدد کرو، جو تمہارے ساتھ کوئی بھلائی کرے، اسے اس کا بدلہ دو اور اگر تمہارے پاس اسے بدلہ دینے کے لیے کچھ نہ ہو، تو اس کے لیے اتنی دعائیں کرو کہ تمھیں لگنے لگے کہ تم نے اس کے احسان کا بدلہ چکا دیا ہے''۔ (سنن ابوداؤد)

نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی زبانِ حق شناس سے احسان شناسی کا نہ صرف درس دیا؛ بل کہ اپنے عمل اور کردار کے ذریعہ بھی اس کی اہمیت کو موقع بہ موقع اجاگر کیا۔ اس حوالے سے چند مثالیں پیش خدمت ہیں:

(۱) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر ایک شخص کا ایک خاص عمر کا اونٹ قرض تھا۔ وہ شخص تقاضا کرنے آیا تو آپ نے (اپنے صحابہ رضی اللہ عنہم سے) فرمایا کہ ادا کر دو۔ صحابہ رضی اللہ عنہم نے اس عمر کا اونٹ تلاش کیا؛ لیکن نہیں ملا۔ البتہ اس سے زیادہ عمر کا (مل سکا) آپ نے فرمایا کہ یہی انہیں دے دو۔ اس پر اس شخص نے کہا کہ آپ نے مجھے پورا پورا حق دے دیا۔ اللہ تعالیٰ آپ کو بھی پورا بدلہ دے۔ پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم میں سب سے بہتر وہ لوگ ہیں جو قرض وغیرہ کو پوری طرح ادا کر دیتے ہیں۔ (بخاری شریف)

(۲) حضور پاکؐ جب طائف سے زخمی حالت میں واپس پلٹے تو آپ مکہ سے باہر رک گئے کہ قریش جو پہلے ہی دشمن تھے، نہ جانے ان کا کیا رد عمل ہوگا۔ جب مکہ میں اطلاع پہنچی تو سرداران مکہ میں سے ایک مشرک سردار مطعم بن عدی نے اپنے بیٹوں کو کہا کہ وہ ہتھیار بند ہوجائیں اور جا کر محمد کو اپنی امان میں لے کر گھر پہنچائیں۔ جب وہ آپؐ کے پاس آئے تو آپؐ نے ان کے باپ کا شکریہ ادا کیا اور فرمایا کہ میرے لئے اللہ ہی کی امان کافی ہے۔ نبی پاکؐ نے اس سردار کی یہ نیکی زندگی بھر یاد رکھی۔ جنگِ بدر کے قیدیوں کے بارے میں آپؐ نے فرمایا: ''اگر مطعم بن عدی زندہ ہوتا اور مجھ سے ان قیدیوں کی رہائی کی بات کرتا تو میں ان سب کو بلا معاوضہ رہا کر دیتا۔ اسی طرح آپؐ نے فتح مکہ کے بعد ایک موقع پر جبیر بن مطعمؓ کو اونٹوں سے بھری ہوئی ایک پوری وادی بخش دی۔ (بخاری شریف/ اسد الغابۃ)

(۳) خلیفۂ اول سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ جو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے یار غار اور یار مزار ہیں، آپ علیہ السلام ان کے احسانات کا بارہا تذکرہ فرماتے اور یوں کہتے: کسی کا بھی ہمارے اوپر کوئی ایسا احسان نہیں جس کا ہم نے بدلہ چکا نہ دیا ہو، سوائے ابو بکر رضی اللہ عنہ کے۔ بے شک اُن کے ہمارے اوپر احسانات ہیں جن کا بدلہ اللہ رب العزت قیامت کے دن چُکائے گا۔ (ترمذی)

اس وقت مجموعی طور پر دنیا میں جو فساد اور اختلاف برپا ہے، اس کی بہت سی وجوہات ہوسکتی ہیں؛ جن میں ایک وجہ احسان شناسی کا فقدان ہے۔ اگر احسان شناسی طبیعت ثانیہ بن جائے تو پھر نہ خانگی زندگی میں کوئی اختلاف ہو نہ ادارہ جاتی سطح پر کوئی فساد؛ بل کہ خاوند اپنی بیوی کا احسان شناس ہو اور بیوی اپنے خاوند کی، حاکم اپنے محکوم کا منت شناس ہو اور محکوم اپنے حاکم کا۔ اس طرح امن وسکون کے ساتھ زندگی بسر ہو اور کبھی ناچاقی کی نوبت ہی نہ آئے؛ مگر افسوس کہ آج مسلم سماج میں احسان شناسی کی جگہ احسان فراموشی نے لے لی اور ہر سمت اختلافات کی خلیج وسیع سے وسیع تر ہوتی چلی گئی۔ شاید اسی لیے اہل عرب کے ہاں مثل مشہور ہے اِتَّقِ شَرَّ مَنْ اَحْسَنْتَ اِلَیْہِ یعنی جس پر تم نے احسان کیا ہو اس کے شر سے بچتے رہو، خدا جانے کس زمانے میں کہنے والوں نے یہ بات کہی ہو اور کس پس منظر میں کہی ہو؛ مگر آج کل تو ہر جگہ یہی صورت حال ہے، حضرت تھانویؒ کے بہ قول: اس زمانہ میں دوستی اور محبت اکثر اغراض کے لیے ہوتی ہے جب تک غرض پوری ہوتی رہی دوست ہیں اور جس دن اغراض میں کمی آئی اس دن سے دشمن ہیں، چنانچہ تجربہ شاہد ہے کہ جن لوگوں پر پورا اعتماد تھا کہ یہ دوستی سے کبھی نہ بدلیں گے، وہ بھی اپنے اغراض میں کسی وقت نقصان دیکھ کر بالکل بدل گئے، اور ایسے (باقی صـ۱۴ پر)

بچّوں کا گوشہ
غرور کا نتیجہ (۱)

یہ اس زمانے کی بات ہے جب ریل گاڑیاں، موٹر گاڑیاں اور ہوائی جہاز نہ ہوا کرتے تھے۔ لوگ پیدل، گھوڑوں، ٹٹوں اور اونٹوں پر سفر کیا کرتے تھے۔ شہروں میں مستقل بازار بھی نہ ہوا کرتے تھے۔ بستیوں میں مہینوں اور سالوں میں بازار لگا کرتے تھے۔ ان بازاروں میں دور دراز کے تاجر لوگ اپنا سامان بیچنے آیا کرتے تھے۔ ضرورت مند یہیں اپنی ضرورتوں کی چیزیں خریدتے تھے۔ ان بازاروں میں دور دور سے تجارت کا سامان لے کر آنے والے تاجروں کو آمد ورفت کے محدود ذرائع ہونے سے بہت دشواریاں اٹھانی پڑتی تھیں۔ سب سے بڑی دشواری جس سے انھیں اکثر سابقہ پڑتا تھا یہ تھی کہ راستے میں ٹھہرے اور ڈاکو تاجروں پر حملہ کر کے انھیں لوٹ لیا کرتے تھے اس لیے تاجر لوگ سو سو اور دو دو سو لوگوں کا قافلہ بنا کر اپنے شہروں سے چلا کرتے تھے۔ قافلوں میں انھیں گھر سے نکلے ہفتوں اور مہینوں لگ جایا کرتے تھے۔ ان تاجروں میں ایک بہت مالدار تاجر تھا۔ اسے تجارت کرنے کا بڑا شوق تھا۔ جب وہ گھر سے نکلتا تو بہت دولت کما کر گھر واپس آتا۔ اللہ نے اسے بہت دولت دی تھی۔ اس کے ایک جوان بیٹا تھا۔ وہ اسے اپنے ساتھ نہ لے جاتا تھا۔ بیٹے نے باپ سے جانے کی خواہش بھی کی تھی۔ وہ اپنے بیٹے سے بہت محبت کرتا تھا۔ راستے کے مصائب ومشکلوں کو دیکھتے ہوئے وہ بیٹے کو منع کر دیا کرتا تھا۔ جب باپ تجارتی قافلے کے ساتھ وطن سے نکل جاتا اور تاجر کا بیٹا اکیلا رہ جاتا تو فرصت میں وہ کیا کرتا، وہ تفریح کرتا پھرتا۔ رات بھر قہوہ خانوں میں پڑا رہتا اور باپ کی دولت بڑی فراخ دِلی سے خرچ کرتا پھرتا تھا۔ جب تاجر کا قافلہ واپس آتا تو اس کے بیٹے کی فضول خرچیوں کا ذکر لوگ اس سے کیا کرتے تھے۔ تمھاری عدم موجودگی میں تمھارا بیٹا خوب فضول خرچیاں کرتا پھرتا ہے۔ رات رات بھر قہوہ خانوں میں رقص وسرور کی محفلوں میں اور کھیل تماشے دیکھنے میں مست رہتا ہے۔ دونوں ہاتھوں سے تمھاری دولت لٹاتا پھرتا ہے۔ تاجر تجارت کر کے جب بھی واپس آتا لوگ اس سے یہی شکایت لے کر بیٹھ جاتے۔ بیٹے کی شکایت سنتے سنتے تاجر کے کان پک گئے تو وہ لوگوں کو جواب دینے لگا، کرنے دو خرچ! میں اتنی دولت کماتا ہوں کہ اپنے مرنے کے بعد اپنے پیچھے اتنا اثاثہ چھوڑ جاؤں گا کہ فضول خرچیاں کرنے پر بھی اس دولت سے بیٹے کی زندگی آرام سے گزر جائے گی۔ تاجر نے لوگوں کو یہ جواب دینے شروع کر دیا تو اس کا غرور دیکھ کر لوگوں نے اس سے شکایت کرنا بند کر دیا۔ تاجر نے دولت بھی اتنی کمائی تھی کہ اپنے چاروں طرف اسے دولت ہی دولت دکھائی دیتی تھی۔ جیسے جیسے اس کے پاس دولت بڑھتی گئی اسے اور غرور ہوتا گیا اور اتنا غرور بڑھ گیا کہ اپنے آگے وہ کسی کو کچھ نہ سمجھتا تھا۔ لوگوں نے اس سے کچھ کہنا اور ملنا بند کر دیا۔ اس سے دور ہی دور رہنے لگے۔

گوشۂ خواتین
دینی تربیت یافتہ لڑکیاں (۱)

اس ماڈرن اور بے حیا زمانہ میں بھی مسلم معاشرہ میں دینی تربیت یافتہ، حیادار لڑکیوں کی قدر وقیمت مسلم ہے، انھیں عزت کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے، انھیں خاندانی روایات کا محافظ سمجھا جاتا ہے، انھیں معاشرہ کی آنکھوں کی ٹھنڈک تصور کیا جاتا ہے، انھیں والدین کی فرماں بردار اور شوہر کی وفادار اور اطاعت وخدمت گزار سمجھا جاتا ہے، ایسی دُلہن کو آنکھوں کا تارا سمجھا جاتا ہے، ایسی ہی باحیا لڑکیوں کی عزت وناموس اور عصمت کی حفاظت کے لیے معاشرہ کا ہر فرد اپنی عزیز جان تک قربان کرنا باعثِ سعادت سمجھتا ہے، غرض یہ کہ ایسی لڑکیاں اللہ تعالیٰ کی ایک انمول نعمت تصور کی جاتی ہیں اور ان کے وجود کو رحمتِ الٰہی اور برکت خداوندی کے نزول کا ذریعہ خیال کیا جاتا ہے۔ لیکن یہ لڑکیاں جنھیں یہ مقام حاصل ہوتا ہے، ماں کے پیٹ سے خود بخود تیار ہو کر نہیں آتیں، بلکہ ان کے والدین واقرباء اور اہلِ محلّہ کو اپنی بچیوں کو اس مقام تک پہنچانے کے لیے، جان و مال اور وقت کی بڑی قربانی دینی پڑتی ہے، تب جا کر لڑکیاں عزت وشرافت کی بلند چوٹیوں پر پہنچتی ہیں۔ اگر ہم چاہتے ہیں کہ ہماری لڑکیاں عزت وشرافت کی بلند چوٹیوں پر پہنچیں اور وہ آواز ہمارے پردۂ سماعت (کان) سے نہ ٹکرائیں، جس کو سن کر والدین کی ہی نہیں بلکہ معاشرہ کے ہر غیور شخص کی آنکھیں شرم سے جھک جاتی ہیں، دل چور چور ہوجاتا ہے، کلیجہ منہ کو آجاتا ہے اور سکون کی نیند غائب ہوجاتی ہے، تو ہمیں چاہیے کہ ہم ابتدا ہی سے ان کی تعلیم وتربیت کی خوب فکر کریں، ہر پل ان کی خبر گیری کریں، ان کی ہر حرکات وسکنات پر گہری نظر رکھیں، اندرونِ خانہ وبیرونِ خانہ ان پر کڑی نظر رکھیں، انھیں تنہا نہ گھر سے نکلنے دیں اور نہ ہی انھیں گھر پر تنہا چھوڑیں، غرض یہ کہ کسی بھی حال میں ان سے مطمئن نہ ہوں۔

قارئین کرام! ہم یہاں اولاد کی تعلیم وتربیت کے متعلق چند اہم امور (باتیں) ذکر کرتے ہیں، اگر ہم مندرجہ ذیل (نیچے دی ہوئی) چند باتوں کا خیال رکھیں گے، تو اللہ کی ذات سے امید ہے کہ دل دوز خبریں ہمارے پردۂ سماعت سے نہیں ٹکرائیں گے۔

(۱) تعلیم رسمی (مکتب) (۲) تعلیم (۳) شرعی پردہ (۵) تذکرۂ محاسن اسلام و مذمومات شرک و کفر (۶) مصروفیت ومشغولیت (۷) بیرونِ خانہ، امور خانہ داری میں اہلِ خانہ کا ہاتھ بٹانا (۸) ذکر (۹) دعائے ایمان وہدایت اور خاتمہ بالخیر (۱۰) صاحب دل علماء سے رابطہ۔

صفحہ تحفظ ختم نبوت

مرزا غلام احمد قادیانی کی مراقی نبوت کے خدوخال

۹

اس میں شک و شبہ کی گنجائش نہیں کہ مرزا صاحب عورتوں کے امام تھے۔ عشاء و مغرب دونوں ساتھ پڑھتے تھے، غالباً عشاء کے وقت مغرب پڑھتے ہوں گے تاکہ باہر سے آنے والی عورتیں ضروریات سے فارغ ہوکر اطمینان سے آئیں اور کوئی خاتون مرزا کی اقتدا سے محروم نہ رہ جائے۔ یہ عورتوں کی امامت اور وہ بھی بالکل علیحدہ گھر کے اندر مراقی نبوت کا ہی کرشمہ ہے، نہیں کہا جاسکتا ہے کہ امامت سے پہلے مرزا صاحب شراب، افیون اور زدجام عشق استعمال کرتے تھے یا نہیں؟ حالات تو بتاتے ہیں کہ ضرور استعمال کرتے ہوں گے ورنہ نماز میں، وہ بھی عورتوں کے ساتھ سرور کیسے پیدا ہوگا؟

مرزا صاحب کو عورتوں سے خاص دلچسپی

مرزا صاحب نے جن اقوام (چوہڑی اور کنجر) کا ذکر کیا ہے، وہ شراب نوشی اور افیون خوری میں اس زمانہ میں شہرت یافتہ تھیں، ارتکاب جرائم اور زنا کاری تو خود مرزا صاحب نے صریح الفاظ میں بیان کردی، ان کا ورود مراقی نبوت کے دربار میں کیوں ہوتا تھا؟ یہ ایک اہم سوال ہے۔ آخر ان کو مرزا سے کیا دلچسپی تھی اور مرزا کی نظر التفات ان فاحشہ عورتوں پر کیوں تھی کہ وہ بے تکلفی سے اپنے خواب بیان کیا کرتی تھیں۔

تھی، اس میں وہ کسی طرح کا امتیاز برتنے کے قائل نہیں تھے، یہ تو نمازی عورتیں تھیں، مرزا صاحب کا دروازہ تو زانیہ عورتوں اور کنجریوں کے لیے بھی کھلا ہوا تھا ہم نہیں کہہ سکتے کہ ان سے رسم و راہ کیسے پیدا ہوئی؟ کہیں یہ عورتیں بھی تو شراب و افیون کی عادی نہیں تھیں؟ پہلے مرزا کا بیان سنئے پھر فیصلہ کیجیے۔

زانیہ عورتوں سے

''بعض فاسق اور فاجر اور زانی اور ظالم اور غیر متدین اور چور اور حرام خور اور خدا کے احکام کے مخالف چلنے والے بھی ایسے دیکھے گئے ہیں کہ ان کو بھی کبھی کبھی سچی خوابیں آتی ہیں اور یہ میرا ذاتی تجربہ ہے۔ کہ بعض عورتیں جو قوم کی چوہڑی یعنی بھنگن تھیں جن کا پیشہ مردار کھانا اور ارتکاب جرائم کا م تھا۔ انھوں نے ہمارے روبرو بعض خوابیں بیان کیں اور سچی نکلیں۔ اس سے بھی عجیب تر یہ کہ بعض زانیہ عورتیں اور قوم کے کنجر جن کا دن رات زنا کاری کام تھا۔ ان کو دیکھا گیا کہ بعض خوابیں انھوں نے بیان کیں اور وہ پوری ہوگئیں۔'' (حقیقۃ الوحی ص: ۳ مندرجہ روحانی خزائن جلد۲۲ص:۵، از مرزا غلام احمد قادیانی)

مرزا صاحب نے جن اقوام (چوہڑی اور کنجر) کا ذکر کیا ہے، وہ شراب نوشی اور افیون خوری میں اس زمانہ میں شہرت یافتہ تھیں، ارتکاب جرائم اور زنا کاری تو خود مرزا صاحب نے صریح الفاظ میں بیان کردی، ان کا ورود مراقی نبوت کے دربار میں کیوں ہوتا تھا؟ یہ ایک اہم سوال ہے۔ آخر ان کو مرزا سے کیا دلچسپی تھی اور مرزا کی نظر التفات ان فاحشہ عورتوں پر کیوں تھی کہ وہ بے تکلفی سے اپنے خواب بیان کیا کرتی تھیں۔ کچھ تو ہے جس کی پردہ داری ہے۔ لیکن ذرا ٹھہرائیے، زنا مراقی نبوت میں جرم نہیں۔ چنانچہ مرزا صاحب کے صاحبزادے میاں محمود خلیفہ تو زنا میں نام کمائے ہوئے اور عدالت کے دروازوں تک پہنچے ہوئے تھے۔ سینہ پر ہاتھ رکھ یہ الفاظ پڑھ لیجیے۔ ''زنا کرنا جرم نہیں ہے۔ اس کی تشہیر جرم ہے۔ زنا تو آپ عین شریعت کے مطابق کرتے ہیں، اس لیے اس کا تو جرم نہیں۔'' (الفضل ۴/اگست ۱۹۵۶ء)

زنا جرم نہیں

چلئے کوئی مذہب تو دنیا میں ایسا ہے جس میں زنا کی چھوٹ ہے، دراصل یہ بدکاری افیون اور شراب کے لوازم میں ہے چنانچہ ایک خاتون نے (جس سے محمود خلیفہ قادیان نے زنا بالجبر کیا تھا) اپنے عدالتی بیان میں کہا کہ اس کے منہ سے شراب کی بو آرہی تھی۔ بیان قدرے طویل ہے لیکن مراقی نبوت کے خلیفہ کی تصویر اسی میں صاف نظر آئے گی اس لیے پورا بیان ملاحظہ فرمائیں۔ ''میں میاں صاحب کے متعلق کچھ عرض کرنا چاہتی ہوں اور لوگوں میں میں ظاہر کردینا چاہتی ہوں کہ وہ کیسی روحانیت رکھتے ہیں۔ میں اکثر اپنی سہیلیوں سے سنا کرتی تھی کہ وہ بڑے زانی شخص ہیں مگر اعتبار نہیں آتا تھا۔ کیونکہ ان کی مومنانہ صورت اور نیچی شرمیلی آنکھیں ہرگز یہ اجازت نہ دیتی تھیں کہ ان پر ایسا الزام لگایا جاسکے۔ ایک دن کا ذکر ہے کہ میرے والد صاحب جو ہر کام کے لیے حضور سے اجازت حاصل کیا

تحریر: مولانا عبدالحفیظ رحمانی

کرتے تھے اور بہت مخلص احمدی ہیں۔ ایک رقعہ حضرت صاحب کو پہنچانے کے لیے دیا۔ جس میں اپنے ایک کام کے لیے اجازت مانگی تھی، خیر میں رقعہ لے کر گئی۔ اس وقت میاں صاحب نئے مکان میں مقیم تھے۔ میں نے اپنے ہمراہ ایک لڑکی لی، جو وہاں تک میرے ساتھ گئی اور ساتھ ہی آگئی۔ چند دن بعد مجھے پھر ایک رقعہ لے کر جانا پڑا، اس وقت بھی وہی لڑکی میرے ہمراہ تھی، جوں ہی ہم دونوں میاں صاحب کی نشت گاہ پہنچیں تو اس لڑکی کو کسی نے پیچھے سے آواز دی۔ میں اکیلی رہ گئی میں نے رقعہ پیش کیا اور جواب کے لیے عرض کیا، مگر انھوں نے فرمایا کہ میں تم کو جواب دے دوں گا گھبراؤ مت، باہر دو ایک آدمی میرا انتظار کررہے ہیں۔ ان سے مل آؤں۔ مجھے یہ کہہ کر اس کمرے کے باہر کی طرف چلے گئے اور چند منٹ بعد پیچھے کے تمام کمروں کو قفل لگا کر اندر داخل ہوئے اور اس کا بھی باہر والا دروازہ بند کردیا اور چٹخنیاں لگا دیں۔ جس کمرے میں میں تھی وہ اندر کا چوتھا کمرہ تھا، میں یہ حالت دیکھ کر سخت گھبرائی اور طرح طرح کے خیال دل میں آنے لگے۔ آخر میاں صاحب نے مجھ سے چھیڑ چھاڑ شروع کی اور مجھ سے برا فعل کروانے کو کہا۔ میں نے انکار کیا، آخر زبردستی انھوں نے مجھے پلنگ پر گرا کر میری عزت برباد کردی اور ان کے منہ سے اس قدر بدبو آرہی تھی کہ مجھ کو چکر آ گیا اور وہ گفتگو بھی ایسی کرتے تھے کہ بازاری بھی ایسی نہیں کرتے۔ ممکن ہے جسے لوگ شراب کہتے ہیں، انھوں نے پی ہو، کیونکہ ان کے ہوش وحواس بھی درست نہیں تھے۔ مجھ کو دھمکایا کہ اگر کسی سے ذکر کیا تو تمہاری بدنامی ہوگی مجھ پر کوئی شک بھی نہ کرے گا۔'' (از حضرت مرزا غلام احمد و مسیح موعود کی تحریر میں مرزا محمود کی تصویر)

بیٹی ہوس کا نشانہ

یہ تو تھے میاں محمود مرزا غلام احمد قادیانی کے صاحبزادے جو اس ''اندر سبھا'' کے ایک اہم کردار تھے۔ مراقی نبوت کا وہ خلیفہ بھی کیا جو روزانہ نئی عورت سے لطف اندوز نہ ہو، جب ہوس تیز ہوجاتی تھی اور باہر کا کوئی شکار گرفتار میں نہ آتا تھا تو شراب کے نشہ میں اپنی ہی بیٹیوں کو اپنی ہوس کا نشانہ بنالیتا تھا۔ یہی نہیں کہ مرزا کے صاحبزادے جو مراقی نبوت کے خلیفہ تھے خود ہی شکار کرتے تھے بلکہ یاران میکدہ کو بھی اس میں برابر کا شریک بناتے تھے۔ پستی کردار کا اس سے بدترین منظر کیا ہوگا؟ ملاحظہ فرمائیے:

''خود مصنف کا بیان ہے کہ مرزا محمود نے میرے ساتھ مل کر اپنی لڑکی کو ہوس کا نشانہ بنایا۔ الف ننگے ایک چارپائی پر باہم دیگر تینوں ''مصروف بکارِ خاص'' تھے کہ مؤذن نے نماز کے لیے بلایا۔ ایسی حالت میں غسل و وضو تو درکنار کسی عضو کو دھوئے بغیر مصلیٰ پر چڑھ گئے اور پھر پھرتی میں واپس آکر بیٹی کے سینے پر سوار ہوگئے۔ (ثبوت حاضر ہیں، ص۵۲۱)

کسی شریف کیا کسی رذیل آدمی کے بارے میں اس گھناؤنی بدکرداری کا تصور نہیں کیا جاسکتا۔ خدا گواہ ہے کہ میں تفصیلات پڑھ رہا تھا اور کپکپی طاری تھی۔ سوچا تھا کہ ایک منظر اور پیش کروں گا لیکن ہمت جواب دے گئی۔ مختصر یہ کہ اس بدمستی میں بہو، بیٹیاں، بیویاں سب شریک تھیں اور مرزا محمود کی وصیت اولاد کے لیے یہ ہے:

''میں نے تمام بچوں کو کہہ دیا ہوا ہے کہ جس کے اولاد نہ ہو ایک دوسرے سے کرلی جائے۔'' (ثبوت حاضر ہیں، ص۵۲۴)

اغلام بازی

جنونِ عشق اس قدر تیز ہوا کہ اغلام بازی میں بھی پیچھے نہیں رہے، جو بھی تنہائی میں ملا اس کو زبردستی اپنے اوپر سوار کرلیا، پھر یہ تفصیل بھی بتاتے کہ فلاں کا عضو تناسب اتنا فربہ اور اتنا طویل تھا۔ لاحول ولاقوۃ الا باللہ! آخر یہ مراقی نبوت کی مسند خلاف پر تو فائز تھے۔ مراق میں تو سب کچھ ہوتا ہے۔ چند سطریں ملاحظہ فرمائیں اور مراقی نبوت کے نتائج کی داد دیجیے۔ سچ ہے جو اللہ تعالیٰ پر بہتان تراشی کرتا ہے اور جھوٹی نبوت کا دعویٰ کرتا ہے اس کے ثمرات ایسے ہی سامنے آئیں گے۔

''مرزا بشیر الدین محمود آنجہانی جو مرزا غلام احمد قادیانی کا بڑا بیٹا تھا، اس پر زنا کا الزام تواتر کے ساتھ اس کے مریدوں نے لگایا، اس نے قادیان وربوہ کے کسی قابل ذکر لڑکے و عورت کو نہیں چھوڑا۔ اس کی بدکرداریوں پر انھیں کے اپنے آدمی یعنی قادیانیوں کا تبصرہ، اعداد وشمار، شواہدات، خلقی بیانات مباہلے، قسمیں حکومت کی درخواستیں، بشیر الدین سے خط و کتابت غرضیکہ ایسی ایسی چیزیں ہیں کہ آپ پڑھ کر پکار اٹھیں گے کہ جس طرح مرزا قادیانی اس صدی میں دنیا کا سب سے بڑا کذاب تھا، اسی طرح آپ یقین کریں گے کہ اس صدی کا سب سے بڑا بدکردار شخص مرزا بشیر الدین تھا، جس نے اپنی بیٹیوں کو اپنی ہوس کا نشانہ بنایا۔'' (ثبوت حاضر ہیں، ص۴۸۵)

یہ ہیں مراقی نبوت کے خدوخال دراصل اس تصویر کے بنانے میں اور بدکرداری کو فروغ دینے اور ناقابل تصور حد تک آگے بڑھانے میں مرزا غلام احمد قادیانی کا اہم رول ہے۔ زدجام عشق افیون اور شراب کا استعمال زنا اور اغلام بازی کا تیز تر محرک ہے یا نہیں؟ یہ سب مرزا کے روزمرہ استعمال میں آنے والی چیز ہیں۔ اس کے ساتھ مفرح اور مقوی معجونوں کا استعمال بھی ذہن میں رکھئے۔ پھر ان نتائج کو دیکھ کر حیرت ذرا بھی نہ ہوگی۔ اگر نتیجے کے طور پر یہ بدکرداریاں سامنے نہ

جنونِ عشق اس قدر تیز ہوا کہ اغلام بازی میں بھی پیچھے نہیں رہے، جو بھی تنہائی میں ملا اس کو زبردستی اپنے اوپر سوار کرلیا، پھر یہ تفصیل بھی بتاتے کہ فلاں کا عضو تناسب اتنا فربہ اور اتنا طویل تھا۔ لاحول ولاقوۃ الا باللہ! آخر یہ مراقی نبوت کی مسند خلاف پر تو فائز تھے۔ مراق میں تو سب کچھ ہوتا ہے۔ سچ ہے جو اللہ تعالیٰ پر بہتان تراشی کرتا ہے اور جھوٹی نبوت کا دعویٰ کرتا ہے اس کے ثمرات ایسے ہی سامنے آئیں گے۔

آتیں تو حیرت ہوتی کہ اس کے لازمی اثرات کیوں نہیں پڑے جس عشرت کدہ میں سب ہی ایک رنگ میں رنگے ہوئے ہوں، دوستوں کو بلا کر اپنی بیویاں، بیٹیاں، بہوئیں اور بھاجیں رنگ رلیاں منانے کے لیے پیش کی جاتی ہوں اور خود بھی اس میں ننگے ہوں اس مراقی نبوت ہی کے تو کرشمے ہیں۔ مرزا غلام احمد نے دادعیش دینے کے لیے ہی تو مراقی نبوت کی بنا رکھی اور جس بدکرداری اور فحاشی کو وحشی غیر متمدن قبائل بھی برداشت نہیں کرتے وہ مرزا کے یہاں روا ہی نہیں مستحسن۔ مرزا غلام احمد قادیانی خود اس کے دلدادہ تھے۔ کنجریوں اور بھنگنوں سے تعلقات اور ان کی آمد ورفت سے تو آپ واقف ہی ہیں۔ اب ذرا بالکل صاف اور واضح لفظوں میں اس کی اباحیت بھی دیکھ لیجیے۔ (جاری)

ہفت روزہ الجمعیۃ نئی دہلی کی
خصوصی پیشکش
تحفظ ختم نبوت نمبر
انشاءاللہ العزیز انتہائی آب وتاب کے ساتھ بہت جلد منظر عام پر آرہا ہے
مکمل تفصیلات آئندہ ملاحظہ فرمائیں
رابطہ: ہفت روزہ الجمعیۃ، مدنی ہال (بیسمینٹ) ۱، بہادر شاہ ظفر مارگ، نئی دہلی ۲
موبائل: 09868676489 — ای میل: aljamiatweekly@gmail.com

جمعیۃ علماء ہند کے نائب صدر حضرت الاستاذ مولانا ریاست علی ظفر بجنوریؒ کی
حیات وخدمات پر مشتمل
ہفت روزہ الجمعیۃ دہلی کی
خصوصی اشاعت
مولانا ریاست علی ظفر بجنوریؒ نمبر
اپنی تمام تر خوبیوں، بہترین مضامین، شاندار طباعت اور دیدہ زیب ٹائٹل کے ساتھ منظر عام پر آچکا ہے۔
صفحات ۱۹۶ | سائز: ۲۳×۳۶/۸ | قیمت 150/-
رابطہ: ہفت روزہ الجمعیۃ، مدنی ہال (بیسمینٹ) ۱، بہادر شاہ ظفر مارگ، نئی دہلی ۲
موبائل: 09868676489

اترپردیش: جرائم پر قابو پانے کے لیے ’’آپریشن لنگڑا‘‘

اترپردیش میں یوگی آدتیہ ناتھ کی حکومت اگرچہ مبینہ مجرموں کے خلاف ’آپریشن لگڑا‘ سے انکار کرتی ہے لیکن پولیس کی کارروائیاں اس تردید کو غلط ثابت کررہی ہیں۔ اترپردیش میں بھارتیہ جنتا پارٹی کی حکومت جرائم پر قابو پانے کے لیے مبینہ طور پر ایک نئے طریقۂ کار پر عمل پیرا ہے۔ ملزمان کو پولیس مقابلوں میں ہلاک کرنے کے بجائے پاؤں میں گولیاں مار کر معذور کردیا جاتا ہے۔ اس طریقۂ کار کو غیرسرکاری طور پر ’آپریشن لنگڑا‘ کا نام دیا جاتا ہے۔ حکومت تاہم اس سے انکاری ہے۔ سوشل میڈیا پر چند روز قبل ایک ویڈیو وائرل ہوئی تھی جس میں ایک شخص لنگڑاتے ہوئے کراہ رہا ہے۔’’سر جی! چھوڑ دو سر جی! آج کے بعد نوئیڈا کبھی نہیں آؤں گا۔ اس کو دو افراد پکڑے ہوئے ہیں اور ساتھ میں کچھ پولیس اہلکار بھی ہیں۔ اس ویڈیو کو خود اترپردیش میں بی جے پی نے جاری کیا تھا، ساتھ لکھا ہوا تھا، ’’یہ ہے نیا اترپردیش، دیکھئے مجرم کیسے جان کی بھیک مانگ رہے ہیں، یوگی ہیں تو ممکن ہے۔ اپوزیشن پارٹیوں کا کہنا ہے کہ یہ ویڈیو دراصل اترپردیش میں یوگی آدتیہ ناتھ کی حکومت کی جانب سے قانون کو اپنے ہاتھ میں لینے اور ریاست کو جرائم سے پاک کرنے کے نام پر بے گناہ لوگوں پر ظلم وزیادتی کا ایک نیا ثبوت ہے۔ پولیس کا کہنا ہے کہ ویڈیو میں موجودہ شاہ رخ نامی شخص کا پس منظر مبینہ طور پر مجرمانہ ہے۔ پولیس کی چیکنگ کے دوران اس نے فرار ہونے کی کوشش کی اور مجبوراً پولیس کو گولی چلانا پڑی، جو شاہ رُخ کے پاؤں میں لگی جبکہ ایک موٹر سائیکل پر سوار ایک دوسرا شخص فرار گیا۔ اپوزیشن جماعتوں اور حقوقِ انسانی کے کارکنوں کا کہنا ہے کہ مجرموں کو پکڑنے، ان کے فرار ہونے اور پھر پولیس کے گولی چلا کر اسے زخمی کردینے کا یہ طریقۂ کار نیا نہیں۔ حالیہ کچھ عرصے کے دوران بالخصوص مغربی اترپردیش میں پولیس کی ایسی کارروائیوں کے دوران اکثر ملزمان کو گولیاں پاؤں میں لگیں، جس کے نتیجے میں وہ زندہ تو بچ گئے لیکن ہمیشہ کے لیے معذور ہوگئے۔ اترپردیش پولیس کے اس نئے طریقہ کار کو غیرسرکاری طور پر ’آپریشن لنگڑا‘ کا نام دیا جارہا ہے۔ گزشتہ یوم جمہوریہ سے قبل ریاست کے چیف سیکریٹری نے تمام ضلعی مجسٹریٹوں کو اب تک ۳۰۰۰ کی تشہیر کرنے کے لیے کہا تھا۔ کہا جاتا ہے کہ ان کا اشارہ اسی ’آپریشن لنگڑا‘ کی طرف تھا۔ یوگی حکومت آئندہ برس ہونے والے اسمبلی انتخابات کے پیش نظر اس طرح کے مقابلوں کو اپنی بڑی کامیابی کے طور پر پیش کرنا چاہتی ہے۔ اس طرح کے مبینہ انکاؤنٹر اور ماورائے عدالت قتل کی قیاسی حمایت کو بادی النظر میں عدالتی تائید بھی ملتی رہی ہے۔ جولائی ۲۰۲۰ء تک ماورائے عدالت قتل کے جن ۷۴ واقعات کی چھان بین ہوئی، ان سب میں مقامی عدالتوں نے پولیس کو کلین چٹ دے دی۔ ۲۰۱۷ء میں اترپردیش کے وزیراعلیٰ کا عہدہ سنبھالنے کے دو ماہ بعد ہی یوگی آدتیہ ناتھ نے اعلان کیا تھا، اگر آپ جرم کریں گے تو ٹھوک دیئے جائیں گے۔ یوگی کے اس اعلان کے بعد سے اب تک اترپردیش پولیس مبینہ مقابلوں کے ۸۴۷۲ واقعات میں کم از کم تین ہزار ۳۰۲/افراد کو گولیاں مار کر معذور بنا چکی ہے۔ اس دوران ۱۴۶/افراد ہلاک بھی ہوگئے۔ یوپی حکومت کے ترجمان اور کابینہ کے وزیر شری کانت شرما کا کہنا تھا کہ ریاست میں جرائم کے حوالے سے ہماری حکومت صفر برداشت کی پالیسی پر عمل پیرا ہے۔ پولیس پر گولی چلانے والوں کو ان کی زبان میں ہی جواب دیا جائے گا۔ گولی چلانے والے مجرموں کو گلدستے پیش نہیں کیے جائیں گے۔ اترپردیش پولیس کے اعلیٰ پولیس افسر پرشانت کمار تاہم ’آپریشن لنگڑا‘ سے انکار کرتے ہیں۔ ان کا کہنا تھا کہ انکاؤنٹر کے دوران اتنی بڑی تعداد میں لوگوں کا زخمی ہونا اس بات کا ثبوت ہے کہ پولیس کا بنیادی مقصد انھیں ہلاک کرنا نہیں ہے۔ پولیس انھیں گرفتار کرنا چاہتی ہے۔ لیکن جب کوئی ہم پر گولی چلاتا ہے تو ہم اپنی جان بچانے کے لیے جوابی کارروائی کرتے ہیں۔ ہر انکاؤنٹر کی مجسٹریٹ سے تحقیقات کرائی جاتی ہے اور متاثرہ شخص کو عدالت سے رجوع کرنے کا بھی پورا حق دیا جاتا ہے، تاہم آج تک کسی بھی آئینی ادارے نے یوپی پولیس کے خلاف کوئی منفی ریمارک نہیں دیا۔

پرشانت کمار کہتے ہیں کہ ایسے مقابلوں کے دوران اب تک تیرہ پولیس اہلکار بھی مارے جاچکے ہیں جبکہ ۱۱۵۷ زخمی ہوئے ہیں۔ انسانی حقوق کے کارکن اور بعض سابق اعلیٰ پولیس ریاستی پولیس کے اس طریقۂ کار پر سوال اُٹھاتے ہیں۔ ایک سابق اعلیٰ پولیس افسر کا کہنا تھا کہ حیرت کی بات یہ ہے کہ گولی مار کر لوگوں کو معذور بنادینے پر چھ پولیس اہلکار فخر کرتے ہیں، حالانکہ انھیں شرم آنی چاہیے، کیونکہ قانون نے انھیں یہ اختیار نہیں دیا کہ وہ خود اس بات کا فیصلہ کریں کہ کون مجرم ہے اور کون نہیں۔ ان کا کہنا تھا کہ موجودہ حکومت انکاؤنٹرز پر ایک حکومتی پالیسی کے طور پر عمل (باقی صـ۱۴ پر)

امریکی تاریخ میں پہلی بار سفید فام لوگوں کی آبادی میں کمی

امریکہ کی تاریخ میں پہلی بار ایسا ہوا ہے کہ خود کو سفید فام کہنے والوں کی آبادی میں کمی واقع ہوئی ہے۔ اس بات کا انکشاف امریکہ میں شائع ہونے والی مردم شماری کی ایک رپورٹ میں کیا گیا ہے۔ اس رپورٹ کے مطابق ۲۰۱۰ء کے بعد سے امریکہ میں سفید فام آبادی میں ۶/اعشاریہ ۸ فیصد کی کمی واقع ہوئی ہے، جبکہ سفید فاموں کی کل تعداد بیس کروڑ ۴۳ لاکھ ہے۔ ایک عشرہ قبل امریکہ کی کل آبادی کا ۶۲/اعشاریہ ۴ فیصد سفید فام تھے، جو اب گھٹ کر ۶۱/اعشاریہ ۶ فیصد رہ گئے ہیں۔ جب سے امریکہ میں مردم شماری ہورہی ہے (۱۷۹۰ء سے) اس کے بعد سے پہلی بار ایسا ہوا ہے کہ خود کو سفید فام کہلانے والے افراد کی تعداد میں کمی واقع ہوئی ہے۔ اس کے مقابلے پر غیر سفید فام یا مخلوط نسلوں کی آبادی میں ۲۰۱۰ء کے بعد خاصا اضافہ ہوا ہے۔ ۲۰۱۰ء میں ان کی تعداد ۹۰ لاکھ تھی، جو اب ۲۷۶ فیصد اضافے کے بعد ۲۰۲۰ء میں تین کروڑ ۳۸ لاکھ ہوگئی ہے۔ اس کے علاوہ ہسپانوی باشندوں میں ۲۳ فیصد ہے جبکہ ایشیائی باشندوں میں ۳۵ فیصد کا اضافہ دیکھنے میں آیا ہے۔ اسی طرح سیاہ فاموں کی تعداد میں بھی ۳۵ فیصد کا اضافہ دیکھنے میں آیا ہے۔ اسی طرح سیاہ فاموں کی تعداد میں بھی ۵/اعشاریہ ۶ فیصد کا اضافہ دیکھنے میں آیا ہے۔ امریکہ کی کل آبادی میں ۲۰۱۰ء اور ۲۰۲۰ء کے دوران ۷/اعشاریہ ۴ فیصد کا اضافہ ہوا۔ یہ امریکی تاریخ میں آبادی میں اضافے کی دوسری کم ترین شرح ہے۔ اس سے قبل ۲۰۰۰ء تا ۲۰۱۰ء تک آبای میں ۹/اعشاریہ ۷ فیصد اضافہ ہوا تھا۔ امریکہ میں مردم شماری کے فارم میں مذہب کا خانہ نہیں ہوتا اس لیے اس کے اعداد وشمار سے یہ پتہ نہیں چل سکتا کہ وہاں مختلف مذاہب کے ماننے والوں کی کیا تعداد ہے۔ خبر رساں ادارے اے ایف پی کے مطابق امریکہ کے محکمہ مردم شماری کے نکولس جونز نے کہا کہ اعداد وشمار کی اس تبدیلی کی وجہ مردم شماری کے فارم میں بہتری لانا ہے کیونکہ محکمہ اب بہتر طریقۂ کار استعمال کررہا ہے۔ مردم شماری کے نتائج کو وفاقی فنڈز کی تقسیم اور انتخابی حلقوں میں ردوبدل کے لیے استعمال کیا جاتا ہے۔ اسی کی بنیاد پر فیصلہ ہوتا ہے کہ ہر ریاست میں سے کانگریس کے لیے کتنے نمائندے منتخب کیے جائیں۔ دوسری جانب حال ہی میں جاری ہونے والی ایک نئی رپورٹ کے مطابق سیاسی اور سماجی کوششوں کے باوجود امریکہ میں اس سال ایشیائی باشندوں پر حملے کے واقعات میں گزشتہ سال کے مقابلے میں اضافہ ہوا ہے۔ ۱۹/مارچ ۲۰۲۰ء اور اس سال جون کے درمیان اس سلسلہ میں کام کرنے والی ایک تنظیم کو نو ہزار ۸۱ شکایتیں موصول ہوئی ہیں۔ امریکہ میں ایشیائی امریکیوں کے خلاف جسمانی حملے ۲۰۲۰ء میں ۱۰/اعشاریہ ۸ فیصد سے بڑھ کر ۲۰۲۱ء میں ۱۶/اعشاریہ ۶ فیصد ہوگیا ہے۔ رپورٹ کے مطابق حملے کے زیادہ تر واقعات عوامی مقامات، سڑکوں اور کاروباری اداروں میں پیش آئے۔ ۲۰۲۰ء میں بزرگ ایشیائی شہریوں پر حملے ۶/اعشاریہ ۵ فیصد سے بڑھ کر اس سال ۷/اعشاریہ ۲ فیصد ہوگئے ہیں۔ ◻◻

تاکہ سند رہے

چین میں تین بچے پیدا کرنے کا قانون منظور

چین نے اپنے شہریوں کو تین بچے پیدا کرنے کی اجازت دینے کا قانون منظور کرلیا۔ رواں سال مئی میں چین کی حکمران کمیونسٹ پارٹی آف چائنا (سی پی سی) نے زیادہ سے زیادہ دو بچے پیدا کرنے کی سخت پالیسی میں نرمی کی منظوری دی تھی تاکہ تمام جوڑوں کو تین بچے پیدا کرنے کی اجازت دی جاسکے۔ تین بچے پیدا کرنے کی اجازت دینے کا نظرثانی شدہ آبادی اور خاندانی منصوبہ بندی کا قانون نیشنل پیپلز کانگریس کی قائمہ کمیٹی (این پی سی) نے منظور کیا تھا۔ کمیونسٹ پارٹی کی جانب سے دو بچوں کی سخت پالیسی کو نرم کرنے کا مقصد ملک میں شرح پیدائش میں تیزی سے ہونے والی کمی کو روکنا ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ چینی حکومت نے بڑھتے ہوئے اخراجات کی وجہ سے چینی جوڑوں میں زیادہ بچے پیدا کرنے کی ہچکچاہٹ کو دور کرنے کے لیے ترمیم شدہ قانون میں شہریوں کو مزید سماجی اور معاشی معاونت دینے کی بھی منظوری دی ہے۔ چائنا ڈیلی کی رپورٹ کے مطابق نئے قانون میں کہا گیا ہے کہ حکومت مال، ٹیکس، انشورنس، تعلیم، رہائش اور روزگار کی فراہمی کے لیے اقدامات کرے گی تاکہ خاندانوں کے بوجھ کو کم کیا جاسکے اور بچوں کی پرورش اور تعلیم کے اخراجات کو کم کیا جاسکے۔ یاد رہے کہ چین نے ۲۰۱۶ء میں کئی دہائیوں پر محیط ایک بچے کی پالیسی کو ختم کرتے ہوئے تمام جوڑوں کو دو بچے پیدا کرنے کی اجازت دی تھی۔ چینی حکام کا دعویٰ ہے کہ تین دہائیوں سے نافذ ایک بچے کی پالیسی سے ۴۰ کروڑ سے زائد بچوں کی پیدائش کو روکا گیا جس میں سامنے آیا تھا کہ چین کی اجازت دینے کا فیصلہ حالیہ مردم شماری کے بعد کیا گیا جس میں سامنے آیا تھا کہ چین کی آبادی بڑھنے کی رفتار میں انتہائی کمی ہوئی ہے اور اس کی موجودہ آبادی تقریباً ایک ارب ۴۱ کروڑ ہے۔ مردم شماری کے نئے اعداد وشمار سے یہ بات سامنے آئی ہے کہ چین میں آبادی کا بحران مزید گہرا ہونے کی توقع ہے کیونکہ ملک میں ۶۰ سال سے زیادہ عمر کے لوگوں کی آبادی بڑھ کر ۲۶ کروڑ ۴۰ لاکھ ہوگئی ہے جو کہ پچھلے سال کے مقابلے میں ۱۸ء۷ فیصد زیادہ ہے۔

تجزیہ

معصوم مرادآبادی

مسلم یونیورسٹی، کلیان سنگھ اور بابری مسجد

یوپی کے سابق وزیراعلیٰ کلیان سنگھ کو خراجِ عقیدت پیش کرنا علی گڑھ مسلم یونیورسٹی کے وائس چانسلر کو مہنگا پڑا ہے۔ وائس چانسلر پروفیسر طارق منصور نے کلیان سنگھ کی موت پر اظہارِ افسوس ہی نہیں کیا بلکہ وہ خراجِ عقیدت پیش کرنے کلیان سنگھ کی رہائش گاہ بھی گئے اور ان کی تصویر پر پھول چڑھائے۔ ان کے اس عمل کو یونیورسٹی کی طلباء برادری نے پسند نہیں کیا اور اس کے خلاف یونیورسٹی میں کئی جگہ پوسٹر چسپاں کیے گئے۔ پوسٹروں میں لکھا تھا کہ ’’یہ اے ایم یو کی روایت اور تہذیب کی خلاف ورزی ہے۔ کلیان سنگھ نہ صرف بابری مسجد گرانے کے مجرم تھے بلکہ انھوں نے سپریم کورٹ کے حکم کی بھی خلاف ورزی کی تھی۔‘‘

اس میں کوئی شبہ نہیں کہ موت زندگی کی سب سے کڑوی حقیقت ہے اور اس پر سوائے افسوس کے کچھ نہیں کیا جاسکتا، مگر اسے کیا کہا جائے کہ کچھ لوگ اس دنیا میں ایسے ضرور ہوتے ہیں جن کی موت لوگوں کے دلوں میں رنج وغم کے جذبات پیدا نہیں کرتی۔ کلیان سنگھ بھی شاید ایسے لوگوں میں تھے۔ ان کی موت پر جہاں ایک طرف بی جے پی اور سنگھ پریوار کے حلقوں میں ماتم کیا گیا تو وہیں دوسری طرف مسلم حلقوں میں اس پر کوئی ردّعمل سامنے نہیں آیا۔ اس کی بڑی وجہ یہ تھی کہ کلیان سنگھ کے دورِ اقتدار میں ہی بابری مسجد کے انہدام کا انتہائی شرمناک اور دردناک واقعہ رونما ہوا تھا۔ خیال کیا جاتا ہے کہ بابری مسجد کا انہدام ایک منصوبہ بند حکمت عملی کا نتیجہ تھا، جسے کلیان سنگھ نے پایہ تکمیل تک پہنچایا۔ وہ سپریم کورٹ میں حلف نامہ داخل کرنے کے باوجود بابری مسجد کا تحفظ نہیں کرسکے۔ بعد میں جو باتیں سامنے آئیں، ان سے یہ ثابت ہوا کہ انھوں نے مسجد کو تحفظ فراہم کرنے کی اپنی دستوری ذمہ داریوں کو پورا کرنے کی بجائے مسجد کے انہدام میں ہاتھ بٹایا اور اپنی قانون شکنی پر فخر کا بھی اظہار کیا۔ ایک ریاست کا وزیراعلیٰ ہونے کے ناطے ان پر قانون اور دستور کے نفاذ کی جو ذمہ داری عائد ہوتی تھی، انھوں نے اس سے چشم پوشی ہی نہیں کی بلکہ ایک قطعی غیرقانونی اور غیراخلاقی عمل پر خوشی کا بھی اظہار کیا، جو دستور اور قانون کی حکمرانی کے سراسر خلاف ہے۔

واضح رہے کہ کلیان سنگھ کا گزشتہ ۲۱/اگست کو لکھنؤ کے پی جی آئی اسپتال میں انتقال ہوگیا تھا جہاں انھیں ۴/جولائی کو نازک حالت میں داخل کرایا گیا تھا۔ خبر رساں ایجنسی پی ٹی آئی نے اسپتال کے ذرائع سے جو خبر جاری کی ہے اس میں بتایا گیا ہے کہ ان کی موت جسم کے سڑ جانے اور کئی اعضاء کے کام بند کردینے کے باعث ہوئی۔ کلیان سنگھ ان ۳۲/افراد میں شامل تھے جن پر بابری مسجد انہدام سازش کیس میں مقدمہ چلا لیکن گزشتہ سال ستمبر میں انھیں دیگر ملزمان کے ساتھ اس مقدمہ میں ناکافی ثبوتوں کی وجہ سے بری کردیا گیا تھا۔

سابق وزیراعلیٰ کلیان سنگھ کے جسد خاکی پر وزیراعظم سمیت بی جے پی کے تمام بڑے لیڈروں نے عقیدت کے پھول چڑھائے اور انھیں زبردست خراجِ عقیدت پیش کیا۔ ان کی خواہش کے مطابق انھیں بی جے پی کے جھنڈے میں لپیٹا گیا۔ انھوں نے اپنی ایک تقریر میں کہا تھا کہ ’’میں نے اپنی زندگی بی جے پی کو وقف کی ہے اور چاہتا ہوں کہ مروں تو میری لاش بھی بی جے پی کے جھنڈے میں جائے۔‘‘ ان کی اس خواہش کو عملی جامہ پہنایا گیا اور قومی پرچم میں لپٹے ہوئے ان کے جسد خاکی پر بی جے پی کا جھنڈا چڑھایا گیا۔ کلیان سنگھ ۱۹۹۱ء میں یوپی کی گدی سنبھالنے والے بی جے پی کے پہلے وزیراعلیٰ تھے۔ یہ وہ دور تھا جب اجودھیا تنازعہ اپنے شباب پر تھا اور بی جے پی رام مندر آندولن میں غرق تھی۔ یہی وجہ ہے کہ کلیان سنگھ نے وزیراعلیٰ کا عہدہ سنبھالتے ہی سب سے پہلے اپنی کابینہ کے ساتھ سیدھے ایودھیا کا راستہ پکڑا اور وہاں یہ سنکلپ لیا کہ قسم رام کی کھاتے ہیں، مندر یہیں بنائیں گے۔‘‘

۸۹ سال کے کلیان سنگھ دو مرتبہ یوپی کے وزیراعلیٰ رہے۔ ان کے دورِ اقتدار میں ہی ۶/دسمبر ۱۹۹۲ء کو بابری مسجد کا انہدام ہوا، حالانکہ انھوں نے سپریم کورٹ میں حلف نامہ داخل کرکے مسجد کے تحفظ کی یقین دہائی کرائی تھی، لیکن انھوں نے اس کا پاس نہیں رکھا اور اس کی پاداش میں سپریم کورٹ نے انھیں ایک دن کی سزا دے کر تہاڑ جیل بھی بھیجا۔ کلیان سنگھ کے اس وقت کے چیف سیکریٹری یوگیندر نرائن نے ایک انٹرویو میں کہا تھا کہ ’’جیسے ہی متنازعہ عمارت کی آخری اینٹ گری کلیان سنگھ نے اپنا رائٹنگ پیڈ منگوایا اور خود اپنا استعفیٰ تحریر کیا اور پھر گورنر کے یہاں پہنچ گئے۔‘‘ کارسیوکوں پر گولی نہ چلوانا وہ اپنی سب سے بڑی حصولیابی سمجھتے تھے۔ اس کا تذکرہ انھوں نے اپنی ایک تقریر میں اس طرح کیا تھا: ’’میرے پاس مرکزی وزیر داخلہ شنکر راؤ چوہان کا فون آیا۔ انھوں نے کہا کہ ڈھانچے کے گنبد پر کارسیوک چڑھے ہیں۔ میں نے ان سے کہا کہ ’’کارسیوکوں نے گنبد توڑنا بھی شروع کردیا ہے لیکن میں ان پر گولی نہیں چلواؤں گا۔ نہیں چلواؤں گا، نہیں چلواؤں گا۔‘‘

کلیان سنگھ کی آخری خواہش یہ تھی کہ ان کی زندگی میں عالیشان رام مندر بن کر تیار ہوجائے۔ انھوں نے رام مندر پر سپریم کورٹ کے فیصلے کے بعد کہا تھا ’’اب یقین ہے کہ مندر بننے جارہا ہے۔ میں امن و چین سے موت کی تیاری کرسکتا ہوں۔ ہاں یہ خواہش اور ہے کہ میری زندگی میں عالیشان مندر بن کر تیار ہوجائے۔‘‘ کلیان سنگھ کی آخری خواہش پوری نہیں ہوسکی اور عالیشان رام مندر کا درشن کیے بغیر ہی وہ اس دنیا سے رخصت ہوگئے۔ کلیان سنگھ کی زندگی میں کئی اتار چڑھاؤ آئے۔ ۲۱/فروری ۱۹۹۸ء کو اترپردیش کے اس وقت کے گورنر رومیش بھنڈاری نے راتوں رات کلیان سنگھ کو برخاست کرکے جگدمبیکا پال کو وزیراعلیٰ کا حلف دلا دیا تھا۔ لوگ صبح کو بیدار ہوئے تو کلیان سنگھ کی برخاستگی کی خبر پڑھ کر حیرت زدہ رہ گئے۔ لکھنؤ سے دہلی تک بی جے پی نے تحریک چھیڑ دی۔ خود اٹل بہاری باجپئی گورنر کے فیصلے کے خلاف تامرگ بھوک ہڑتال پر بیٹھ گئے۔ معاملہ عدالت پہنچا اور عدالت نے گورنر کے فیصلے کو خارج کرکے پہلے کی صورتِ حال بحال کردی۔ جگدمبیکا پال کو جو اس وقت بی جے پی کے لوک سبھا ممبر ہیں، آج بھی ایک دن کا وزیراعلیٰ کہا جاتا ہے۔

کلیان سنگھ جنھوں نے اپنی زندگی بی جے پی کے نام وقف کی تھی اور مرنے کے بعد اپنا جسد خاکی بی جے پی کے پرچم میں لپیٹنے کی وصیت کی تھی، ان پر ایک ایسا دور بھی گزرا ہے کہ وہ اس پارٹی سے اتنے بددل ہوگئے تھے کہ انھوں نے اپنی الگ سیاسی جماعت بنائی اور بی جے پی کو ہرانے کے لیے ملائم سنگھ یادو کی سماجوادی پارٹی میں شامل ہوگئے۔ دراصل ہوا یوں کہ ۱۹۹۷ء میں جب وہ دوسری بار وزیراعلیٰ بنے تو بی جے پی نے دو سال بعد انھیں ہٹا کر رام پرکاش گپتا کو وزیراعلیٰ بنادیا۔ اس کے بعد انھوں نے بی جے پی چھوڑ کر راشٹریہ کرانتی پارٹی بنائی۔ ۲۰۰۴ء میں وہ دوبارہ بی جے پی میں شامل ہوگئے لیکن پارٹی قیادت سے اختلافات کے سبب انھوں نے ۲۰۰۹ء میں پھر بی جے پی چھوڑ دی اور سماجوادی پارٹی کے قریب ہوگئے۔ انھوں ایٹہ لوک سبھا سیٹ سے سماجوادی پارٹی کی حمایت سے آزاد امیدوار کے طور پر چناؤ لڑا۔ بعد میں سماجوادی پارٹی سے بھی دوری ہوگئی اور انھوں نے ۵/جنوری ۲۰۱۰ء میں جن کرانتی پارٹی بنالی۔ ۲۰۱۳ء میں کلیان سنگھ پھر بی جے پی میں شامل ہوگئے۔ ۲۰۱۴ء میں مودی سرکار بننے کے بعد انھیں راجستھان کا گورنر بنایا گیا۔ کچھ وقت کے لیے وہ ہماچل کے کارگزار گورنر بھی رہے۔ وہ بچپن میں ہی آر ایس ایس میں شامل ہوگئے تھے اور پوری زندگی اسی کے نام وقف کی۔

کھیل کی دنیا

کم اننگوں میں پانچ سنچریاں بنانے والے ایشیائی بلے باز

کنگسٹن میں ہوئے دوسرے ٹیسٹ میچ میں پاکستان کی پہلی اننگ میں فواد عالم نے ۳۷۳ منٹ میں ۲۱۳ بالوں پر ۱۷ چوکوں کی مدد سے آؤٹ ہوئے بغیر ۱۲۴ رن بنائے جو ویسٹ انڈیز کے خلاف ان کی پہلی سنچری کے ساتھ ساتھ تیرہویں ٹیسٹ کی بائیسویں اننگ میں پانچویں سنچری تھی۔ اس میچ کے اختتام تک انھوں نے ۴۷ء۱۰ کی اوسط اور ۴۷ء۶۸ کے اسٹرائک ریٹ کے ساتھ ۸۹۵ رن بنائے تھے۔ وہ پانچ سنچریوں کے علاوہ ایک نصف سنچری بنانے میں بھی کامیاب رہے ہیں۔

بائیں ہاتھ سے بلے بازی کرنے والے فواد عالم سب سے کم اننگوں میں پانچ سنچریاں بنانے والے ایشیائی بلے باز بنے۔ اس سے پہلے ایشیا کے جس بلے باز نے سب سے کم اننگوں میں پانچ سنچریاں بنائی تھیں وہ ہندستان کے چتیشور پجارا تھے جنھوں نے پندرہویں میچ کی ۲۴ویں اننگ میں اپنی پانچویں سنچری بنائی تھی۔ اس میچ کے اختتام تک دائیں ہاتھ سے بلے بازی کرنے والے چتیشور پجارا نے ۶۵ء۵۰ کی اوسط اور ۵۳ء۵۷ کے اسٹرائک ریٹ کے ساتھ ۱۳۱۰ رن بنائے تھے۔ پانچ سنچریوں کے علاوہ وہ تین نصف سنچریاں بنانے میں کامیاب رہے تھے۔ پہلے دو ٹیسٹ میچوں میں سنچریاں بنانے والے ہندستان کے سورو گنگولی نے اپنی پانچویں سنچری سترہویں میچ کی پچیسویں اننگ میں بنائی تھی۔ اس ٹیسٹ کے اختتام تک بائیں ہاتھ کے اس بلے باز نے ۵۴ء۰۸ کی اوسط اور ۴۶ء۷۹ کے اسٹرائک ریٹ کے ساتھ ۱۳۵۲ رن بنائے تھے۔ وہ پانچ سنچریوں کے علاوہ چار نصف سنچریاں بنانے میں کامیاب رہے تھے۔

ہندستان کے سنیل گواسکر بھی اپنی پانچویں سنچری تیرہویں ٹیسٹ کی ۲۶ویں اننگ میں بنانے میں کامیاب رہے تھے۔ اس میچ کے اختتام تک دائیں ہاتھ کے اس افتتاحی بلے باز نے ۵۹ء۱۳ کی اوسط کے ساتھ ۱۳۰۱ رن بنائے تھے۔ وہ پانچ سنچریوں کے علاوہ آٹھ نصف سنچریاں بھی بنانے میں کامیاب رہے تھے۔ پاکستان کی جانب سے سب سے کم اننگوں میں پانچ سنچریاں بنانے کا ریکارڈ یونس خان کے پاس ہے۔ دائیں ہاتھ سے بلے بازی کرنے والے یونس خان نے اپنے اٹھارہویں ٹیسٹ کی اٹھائیسویں اننگ میں ایسا کیا تھا۔ اس ٹیسٹ کے اختتام تک انھوں نے ۴۶ء۳۷ کی اوسط اور ۵۰ء۸۷ کے اسٹرائک ریٹ کے ساتھ ۱۲۵۲ رن بنائے تھے۔ پاکستان کی جانب سے ٹیسٹ کرکٹ میں سب سے زیادہ سنچریاں بنانے والے یونس خان نے پانچ سنچریوں کے علاوہ چھ نصف سنچریاں بھی بنائی تھیں۔ انھوں نے پاکستان کے لیے ۱۱۸ ٹیسٹ میچوں کی ۲۱۳ اننگوں میں ۳۴ سنچریاں اسکور کی تھیں۔ سلیم ملک نے اپنی پانچویں سنچری ۲۱ویں ٹیسٹ کی ۲۹ویں اننگ میں بنائی تھی۔ دائیں ہاتھ سے میڈل آرڈر میں بلے بازی کرنے والے سلیم (باقی صـ۱۴ پر)

خواتین کب کھیلیں گی آئی پی ایل

ہندستانی خواتین کرکٹ ٹیم کی تجربہ کار بلے باز جمیمہ روڈریز نے کہا ہے کہ ویمنز آئی پی ایل کا انعقاد اب بہت اہم ہوگیا ہے۔ انھوں نے کہا کہ بھارت کی ڈومیسٹک کرکٹ میں بہت سی عظیم صلاحیتیں موجود ہیں اور انھیں صحیح پلیٹ فارم دینے کی ضرورت ہے۔ تجربہ کار کھلاڑی کا خیال ہے کہ بین الاقوامی کھلاڑیوں کے ساتھ ڈریسنگ روم شیئر کرنے سے گھریلو کھلاڑیوں کو بہت فائدہ ہوگا۔ روڈریگز نے بی بی سی کے ساتھ گفتگو میں کہا کہ نوجوان لڑکیوں کو آئی پی ایل سے بہت کچھ سیکھنے کا موقع ملے گا اور انھیں یہ بھی معلوم ہوجائے گا کہ وہ ہندستانی ٹیم کے لیے کھیلنے کے لیے کتنی محنت کرتی ہیں۔ روڈریگز نے کہا کہ ایک بار جب یہ لڑکیاں جان لیں کہ یہ معیار ہے اور ہمیں یہ کام کرنے کی ضرورت ہے تب وہ زیادہ محنت کریں گی۔ یہ ہندستان کے لیے بہت اہم ہے کیونکہ گھریلو اور بین الاقوامی کھلاڑیوں کے درمیان خلیج بڑھ گئی ہے۔ آپ ہندستان کی ہر گلی میں لڑکے اور لڑکیوں کو کرکٹ کھیلتے ہوئے دیکھیں گے۔ مستقبل کے کھلاڑیوں کی کوئی کمی نہیں ہے۔ میرے خیال میں اب وقت آ گیا ہے کہ خواتین کا آئی پی ایل منعقد کیا جائے۔ روڈریگز غیر ملکی لیگز میں بھی کھیلتی ہیں۔ ان میں ویمنز بی بی ایل اور دی ہنڈریڈ بھی شامل ہیں۔ وہ فی الحال ویمن ہنڈریڈ میں ناردرن سپر چارجرز کا حصہ ہیں۔ اس نے اس ٹورنامنٹ میں اب تک حیرت انگیز کارکردگی دکھائی ہے۔ روڈریگز اب تک اس لیگ میں اپنی ٹیم کے لیے پانچ اننگز میں ۲۴۱ رنز بنا چکی ہیں۔ ان لیگوں میں کھیلنے کے بعد وہ محسوس کرتی ہے کہ ہندستانی خواتین کھلاڑیوں کے لیے بھی اپنی ایک لیگ ہونی چاہیے۔ جب ہم دیکھتے ہیں کہ خواتین کا آئی پی ایل ہورہا ہے، پھر کے ایس ایل اور پھر دی ہنڈریڈ، ہم سوچتے ہیں کہ ہم خواتین آئی پی ایل کب کھیلیں گی۔ اس سے خواتین کی کرکٹ کو بہت فائدہ ہوگا۔

ادھر اسٹار اوپنر اسمرتی مندھانا نے خواتین کے آئی پی ایل کے آغاز کے بارے میں اپنی رائے دی ہے۔ وہ کہتی ہیں کہ ملک کی کرکٹ میں اتنی گہرائی ہے کہ ویمن انڈین پریمیئر لیگ (آئی پی ایل) کا آغاز چھ ٹیموں کے ساتھ ہو، جو قومی ٹیم کے لیے بینچ کی طاقت کو بہتر بنانے میں مدد دے سکتی ہے۔ مندھانا نے کہا کہ اس ٹی ۲۰ لیگ (آئی پی ایل) کی آمد کے ساتھ مردوں کی کرکٹ میں گھریلو کھلاڑیوں کے کھیلنے کی سطح میں بہت بہتری آئی ہے اور خواتین کرکٹ میں بھی ایسا ہی ہوسکتا ہے۔ مندھانا نے مزید کہا کہ ابھی مجھے لگتا ہے کہ ہم پانچ یا چھ ٹیموں کے ساتھ اچھی شروعات کرسکتے ہیں اور شاید ایک یا دو سال میں ہم اسے آٹھ ٹیمیں بنا سکتے ہیں۔ لیکن جب تک ہم اسے شروع نہیں کریں گے ہمیں معلوم نہیں ہوگا۔ وہ محسوس کرتی ہیں کہ آئی پی ایل لیگ خواتین کو صحیح قسم کی نمائش دے سکتی ہے جو ان کے کھیل کو بہتر بنانے کے لیے درکار ہے۔ ہم پانچ چھ ٹیموں سے شروع کرسکتے ہیں لیکن آٹھ ٹیموں کے ساتھ مجھے یقین نہیں ہے کہ یہ کیسے چلے گا لیکن مجھے لگتا ہے کہ ہمیں پانچ یا چھ ٹیموں سے شروع کرنے کی ضرورت ہے تاکہ ہم بہت جلد آٹھ ٹیموں تک پہنچ سکیں۔ میرے خیال میں جب تک ہم شروع نہیں کرتے ہم اپنے کھلاڑیوں کو مختلف سطحوں تک پہنچنے کے لیے نمائش نہیں دے سکیں گے۔ مندھانا نے کہا کہ خواتین کی بگ بیش لیگ آسٹریلیا کی بینچ طاقت میں بہت بہتری لائی ہے اور یہی خواتین کے آئی پی ایل کے ساتھ بھی ہندستان میں کیا جاسکتا ہے۔ میں نے چار سال قبل بگ بیش لیگ کھیلی تھی اور اب ان کے کھیل کا معیار بالکل مختلف ہے۔ آپ کرکٹ آسٹریلیا میں دیکھ سکتے ہیں جہاں ان کے ۴۰ سے ۵۰ کھلاڑی کسی بھی دن بین الاقوامی کرکٹ کھیلنے کے لیے تیار ہیں۔ تو میں چاہتا ہوں کہ یہ ہندستانی کرکٹ میں ہو، میرے خیال میں آئی پی ایل اس میں بڑا کردار ادا کرسکے گا۔ ◻◻

طب وصحت

شملہ مرچ کھائیے جلد کو خوبصورت بنائیے

شملہ مرچ (Capsicum) ایک مفید سبزی ہے۔ اس کے پودے کے خاندان کا حیاتیاتی نام Solaaceae ہے۔ اس کی کئی اقسام ہیں جن کا رنگ عموماً سبز، زرد، بنفشی اور سرخ ہوتا ہے۔ اس کا آبائی وطن میکسیکو اور چلی ہے جہاں اسے تین ہزار سال سے زیادہ عرصہ سے کاشت کیا جارہا ہے۔ بہت سے دوسرے پھلوں اور سبزیوں کی طرح شملہ مرچ بھی ایک صحت بخش غذا ہے۔ اکثر لوگ شملہ مرچ کو اس کے ذائقے، رنگ اور خوشبو کی وجہ سے پسند کرتے ہیں۔ یہ مرچ کی ہی ایک قسم ہے لیکن اس میں تیکھاپن نہیں ہوتا۔ اس لیے یہ سلاد میں بھی استعمال ہوتی ہے۔ شملہ مرچ فائبر، اینٹی آکسیڈینٹس اور وٹامن سی سے بھرپور ہوتی ہیں۔ اس کے مختلف رنگ فوائد کے لحاظ سے ایک دوسرے کے برابر نہیں۔ شملہ مرچ تین رنگوں سبز شملہ مرچ، سرخ شملہ مرچ، نارنجی یا پیلے رنگ کی ہوتی ہے۔ گہری سبز رنگ، زرد رنگ اور نارنجی رنگ والی سبزیوں میں کیروٹین کا خزانہ ہوتا ہے۔ درحقیقت سبز شملہ مرچ سرخ، نارنجی یا پیلے رنگ کی مرچوں کا ابتدائی ورژن ہوتی ہے کیونکہ یہ زیادہ پکی ہوئی نہیں ہوتی اس لیے ذائقہ بھی کچھ تلخ اور کئی بار نظام ہاضمہ خراب کرنے کا باعث بنتی ہے۔ یہ مرچ قدرے سستی ہوتی ہے، چونکہ یہ دیگر رنگوں کے مقابلے میں زیادہ پکی ہوئی نہیں ہوتی لہٰذا یہ بہت جلد کاشت ہوجاتی ہے یا یوں کہہ لیں کہ اسے توڑنے کے لیے زیادہ وقت درکار نہیں ہوتا۔ اس کے مقابلے میں پیلی، نارنجی اور سرخ مرچوں کے لیے زیادہ وسائل اور وقت کی ضرورت ہوتی ہے۔ یہی چیز انھیں مہنگا بناتی ہے۔

تمام شملہ مرچیں وٹامن اے اور سی کے حصول کا بہترین ذریعہ ہیں مگر سرخ رنگ کی مرچ میں سبز کے مقابلے میں کینسر کے خلاف لڑنے بیٹا کیروٹین کی مقدار گیارہ گنا زیادہ ہوتی ہے۔ اسی طرح پیلی مرچوں میں سبز کے مقابلے میں یہ پیچھے ہوتی ہے۔ خوبیوں اور خوبصورتی کے علاوہ اس سے صحت سے متعلق بھی بہت سے فوائد حاصل ہوتے ہیں۔ بہت سے دوسرے پھلوں اور سبزیوں کی طرح شملہ مرچ بھی ایک صحت بخش غذا ہے۔ سبزیوں اور پھلوں کا استعمال خطرناک بیماریوں کے خطرے کو کم کرتا ہے۔

قوتِ مدافعت میں اضافہ: شملہ مرچ میں وٹامن سی کی وافر مقدار موجود ہے جو قوتِ مدافعت میں اضافہ کرتی ہے اور جلد کو خوبصورت اور جوان رکھتی ہے۔ وٹامن سی کی سب سے زیادہ مقدار سرخ شملہ مرچ میں ہوتی ہے۔

قوت بخش غذا: شملہ مرچ کو اگر ہلکی آنچ پر کم وقت کے لیے پکایا جائے تو شملہ مرچ کی مٹھاس، رنگ، ذائقہ اور خوشبو قائم رہتی ہے اور اس طرح یہ ایک طاقتور غذا ثابت ہوتی ہے۔

کینسر سے بچاؤ: شملہ مرچ میں سلفر کی موجودگی مختلف اقسام کے کینسر سے محفوظ رکھتی ہے۔

جلد اور بالوں کی نشوونما: وٹامن ای کی موجودگی جلد اور بالوں کو خوبصورت بنانے میں اہم کردار ادا کرتی ہے۔

صحت مند آنکھیں: شملہ مرچ میں انزائم لیوٹن موجود ہوتا ہے جو آنکھ میں موتیا اترنے اور دھندلا پن ہونے سے بچاتا ہے۔

انیمیا سے حفاظت: انیمیا سے خون میں آکسیجن جذب کرنے کی (باقی صـ۱۴ پر)

ادبیات

کس قدر دشوار ہے وابستگی اقدار سے

قاری محمد اسحاق حافظ سہارنپوری

مجھ کو ملتا ہی نہیں ذوقِ نظر کا راستہ
پوچھتا پھرتا ہوں سب سے اس کے گھر کا راستہ

کیا خبر تھی یاس میں ڈھل جائے گی اپنی حیات
مجھ کو مل جائے گا شامِ بے سحر کا راستہ

تجھ کو کچھ معلوم بھی ہے اے مری جانِ حیات
ڈھونڈتا پھرتا ہے کوئی تیرے گھر کا راستہ

مختصر یہ ہے کہ ہم کو جذبۂ بیدار سے
مل گیا ہے جنتِ فکر و نظر کا راستہ

کس قدر دشوار ہے وابستگی اقدار سے
کس قدر دشوار ہے علم و خبر کا راستہ

ہم نے ہی آخر لیا ہے جرأت و ہمت سے کام
ورنہ ہوتا کس سے طے اپنے سفر کا راستہ

اب کسی صورت بھی حافظؔ میں بھٹک سکتا نہیں
ہے مرے پیشِ نظر خیرالبشر کا راستہ

ہماری بات کی گہرائی خاک سمجھیں گے

راحتؔ اندوری

چمکتے لفظ ستاروں سے چھین لائے ہیں
ہم آسماں سے غزل کی زمین لائے ہیں

وہ اور ہوں گے جو خنجر چھپا کے لاتے ہیں
ہم اپنے ساتھ پھٹی آستین لائے ہیں

ہماری بات کی گہرائی خاک سمجھیں گے
جو پربتوں کے لیے خوردبین لائے ہیں

ہنسو نہ ہم پہ کہ ہر بدنصیب بنجارے
سروں پہ رکھ کے وطن کی زمین لائے ہیں

مرے قبیلے کے بچوں کے کھیل بھی ہیں عجیب
کسی سپاہی کی تلوار چھین لائے ہیں

دیر تک وہ بھی جگمگا نہ سکے

نشور واحدی

یاد آتی رہی بھلا نہ سکے
شمع جلتی رہی بجھا نہ سکے

چاند تارے گل و چمن مل کر
دل کی اِک داستان سنا نہ سکے

آس باندھی تھی جن ستاروں سے
دیر تک وہ بھی جگمگا نہ سکے

نغمہ کیا، مطربانِ عہد جدید
تار ٹوٹے ہوئے ملا نہ سکے

آج وہ راہبرِ خلائق ہیں
خود کو جو آدمی بنا نہ سکے

غم کے مارے ہوئے قلوب نشورؔ
درد کی سرحدوں کو پا نہ سکے

نظر میں میری وہ رنگِ جمال چھوڑ گیا

افضل شیر کوٹی

طویل فکر و مبہم خیال چھوڑ گیا
وہ اپنے پیچھے سلگتے سوال چھوڑ گیا

زمیں سے لے کے فلک تک تھا نور کا عالم
نظر میں میری وہ رنگِ جمال چھوڑ گیا

تمام شہر ہے شعلوں کے روبرو یارو
فضائے امن میں وہ اشتعال چھوڑ گیا

اُٹھا تو ایسا اُٹھا درمیاں سے لوگوں کے
گلہ لبوں پہ دلوں پر ملال چھوڑ گیا

اُسے نہ آئے میسر نشاط کے لمحے
شکستہ ماضی پریشان حال چھوڑ گیا

جاں کو اپنی کوئی یادگار دے نہ سکا
اگرچہ کتنا ہی افضلؔ وہ مال چھوڑ گیا

جسے آپ نے نوازا ہے

مفتی امتیاز احمد خاں مفتاحی ماہر نقشبندی

اسے کیا پتہ ہے اس کا جسے آپ نے نوازا
ہے نصیب اس کا اونچا جسے آپ نے نوازا

یہ یقین میرا ایماں تجھے کیا پتہ ہے دشمن
وہ کبھی نہ ہوگا پسپا جسے آپ نے نوازا

وہ تو آپ کے ہوئے ہیں وہ سرور پا رہے ہیں
وہ عجیب سی ہے صہبا جسے آپ نے نوازا

یہ نہیں ہے کھیل ہمدم یہ ہمارا حوصلہ ہے
کہ مصیبتوں میں ہنستا جسے آپ نے نوازا

تری ذات کیا ہے ہمدم مری بات کیا ہے ہمدم
نہ جھکا ہے اور نہ جھکتا جسے آپ نے نوازا

نہ کسی سے مجھ کو شکوہ نہ کوئی گلہ کسی سے
نہ گلہ نہ شکوہ کرتا جسے آپ نے نوازا

یہ بدل بھی جائے ساقی تو نہ فرق آئے کچھ بھی
یہ چلا ہے سکہ چلتا جسے آپ نے نوازا

نہ تو ڈر ہے خوف کچھ ہے ہیں امانتیں بھی کچھ پاس
وہ سکوں سے گھر ہی سوتا جسے آپ نے نوازا

تری ذات میرا محور تری باتیں میری نظمیں
کہ سمایا سر میں سودا جسے آپ نے نوازا

یہ قصیدہ گوئی ماہرؔ یہ سب دعائے پیر لگتی
یہ بھی آپ کا ہے شیدا جسے آپ نے نوازا

بقیہ — حضرت عمر فاروقؓ....

باہر نکل آئیں۔ حضرت عمرؓ نے اس کے تین دن کے بعد انتقال فرمایا اور محرم کی پہلی تاریخ، ہفتے کے دن مدفون ہوئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ نمازِ جنازہ حضرت صہیبؓ نے پڑھائی۔ حضرت علی، عبد الرحمٰن، عثمان، طلحہ، سعد بن ابی وقاص اور عبد الرحمٰن ابن عوف رضی اللہ عنہم نے قبر میں اتارا اور اس طرح یہ آفتابِ عالم تاب خاک میں چھپ گیا۔ (الفاروق)

یہ آفتاب تو خاک میں چھپ گیا، لیکن جاتے جاتے اپنے کردار اور فعل وعمل سے عظیم پیغام دنیا کو دے گیا کہ بھلے ہی تمہارے سامنے امیر المؤمنین بسمل پڑا ہو، لیکن تم ایسی حالت میں بھی اللہ کے فریضے کو کامل طور پر ادا کرتے رہنا۔ اللہ تعالیٰ ان کے درجات بلند سے بلند تر فرماتا رہے اور ہمیں ان کی زندگی اور شہادت سے سبق حاصل کرنے کی توفیق نصیب فرمائے۔ آمین۔ ▫▫

بقیہ — بے دینی اور ارتداد...

استقامت کیا ہے؟

'استقامت' لفظ چھوٹا سا ہے مگر اس کے مفہوم میں نہایت درجہ وسعت ہے، اس کا مفہوم یہ ہے کہ انسان اپنے عقائد، عبادات، معاملات، اخلاق، معاشرت، کسبِ معاش اور آمد وصرف کے تمام ابواب میں اللہ پاک کے بتلائے ہوئے راستہ پر سیدھا چلتا رہے، کسی عمل اور کسی حال میں باطل کی طرف جھکاؤ نہ ہو، دین میں کسی قسم کی کمی زیادتی اور افراط وتفریط نہ ہونے پائے ورنہ استقامت باقی نہیں رہے گی۔

انسانوں میں جو گمراہیاں اور عملی خرابیاں آتی ہیں ان کا سبب کیا ہے؟ آپ غور فرمائیں گے تو معلوم ہوگا کہ بس ایک ہی سبب ہے اور وہ استقامت سے ہٹ جانا ہے۔ جب عقائد میں استقامت باقی نہیں رہتی تو بدعات کا دور دورہ شروع ہوجاتا ہے، بلکہ کفر وشرک تک نوبت پہنچ جاتی ہے۔ توحید اور ذات وصفات کے مسائل میں جو معتدل راہ شریعت نے قائم فرمائی ہے اس میں افراط وتفریط یا کمی بیشی کرنا، خواہ کتنی ہی نیک نیتی سے ہو، گمراہی ہے۔ انبیاء اور اولیاء کی عظمت ومحبت کی حدود مقرر ہیں، ان میں کمی کرنے والے اور زیادتی کرنے والے دونوں ہی گمراہ ہیں۔ عبادات اور تقرب الی اللہ کے طریقے قرآن پاک اور احادیث میں متعین فرمادیئے گئے ہیں، ان میں ذراسی کمی اور کوتاہی انسان کو استقامت سے گرادیتی ہے اور ان میں اپنی طرف سے معمولی سی زیادتی بھی استقامت کو برباد کردیتی اور بدعات میں ملوث کردیتی ہے۔ ▫▫

بقیہ — بے دینی اور ارتداد...

کررہی ہے اور اسے اپنی بڑی کامیابی بتارہی ہے۔ ایسے بھی واقعات عدالتوں میں ثابت ہوچکے ہیں کہ جب کسی پولیس اہلکار نے ذاتی دشمنی کی بنا پر کسی شخص کو گولی مار کر اسے انکاؤنٹر کا نام دے دیا۔

انسانی حقوق کے علمبردار اور سابق پولیس افسر ایس آر دارا پوری کا کہنا ہے کہ جرائم پر قابو پانے کے نام پر اس طرح کی پولیس کارروائی کسی بھی صورت جائز نہیں۔ کچھ لوگوں کو انکاؤنٹر میں مار دینا، معذور بنادینا یا پھر ان کے گھروں کو منہدم کردینے سے جرائم کم نہیں ہوتے۔ یہ تو پولیس کو کھلی چھوٹ دینے کے مترادف اور قطعی غیر قانونی بات ہے۔ انسانی حقوق کے کارکنوں کا کہنا ہے کہ آپریشن لنگڑا کے تحت کارروائی میں زخمی ہونے والے بیشتر افراد اقلیتی فرقے سے تعلق رکھتے ہیں۔ ان کا کہنا ہے کہ آپریشن لنگڑا کا مقصد یہ ہے کہ مبینہ مجرم کے دل میں پولیس کا خوف زندگی بھر باقی رہے اور وہ معذور ہونے کی وجہ سے جرائم میں بھی موت نہیں ہو۔ اس طرح پولیس خود کو انسانی حقوق کی خلاف ورزیوں جیسے الزامات سے بچانے کی کوشش بھی کرتی ہے، جو بظاہر کامیاب بھی رہتی ہے۔ ▫▫

بقیہ : —— گاہے گاہے باز خواں...

ہی کارروائی کا مطالبہ کررہی ہے جس طرح کی کارروائی سکھ مخالف فسادات کے سلسلہ میں بی جے پی کی طرف سے کی جارہی ہے۔ تو اب بی جے پی گجرات کے فساد کی تاویل کرکے اپنا دامن بچانے کی کوشش کررہی ہے۔

دراصل دونوں فسادوں میں یہ فرق پارٹی کی ذہنی اختراع ہے۔ ہندوتو قوتوں کے علاوہ پورا ملک ان دونوں فسادوں میں کوئی فرق نہیں کرتا اور وہ دونوں کے ذمہ داروں کے خلاف کارروائی اور متاثرین کے لیے انصاف کے حق میں ہے۔ جبکہ بی جے پی دونوں میں فرق کرکے سیاسی فائدہ اُٹھانا چاہتی ہے اس لیے کہ سکھ مخالف فسادات میں کانگریسیوں کو سزا ملنے سے بی جے پی کو سیاسی فائدہ ہوگا جبکہ گجرات فساد میں بی جے پی کو نقصان ہے کیونکہ اس میں جس کے خلاف بھی قانونی کارروائی کی جائے گی وہ پارٹی کے لوگ ہوں گے، مذکورہ فرق سے مسٹر ایڈوانی اپنے آپ کو پارٹی اور اپنی ہمنوا تنظیموں کو تسلی تو دے سکتے ہیں لیکن ملک پارٹی کی تاویل، بددیانتی اور دروغ گوئی پر کبھی اعتماد نہیں کرے گا، جس کا خمیازہ ایک نہ ایک دن بی جے پی اور اس کی قیادت کو بھگتنا ہی ہوگا۔ ■■

بقیہ : —— مراسلات

لئے سبق آموز ہیں، درس عبرت ہیں چین سے اٹھنے والی یہ بیماری دنیا بھر میں پھیلتی چلی گئی پوری دنیا کے لوگ اس بیماری سے خوفزدہ ہیں اس سے بچنے کیلئے مختلف تدابیر اختیار کررہے ہیں یہاں تک کہ کثیر تعداد میں لوگ زیارت حرمین شریفین سے محروم ہوگئے مسلمانوں کو اب تو احساس ہوجانا چاہیے اور ہمیں اپنا اجتماعی وانفرادی محاسبہ کرنا چاہیے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے دیگر اقوام کی طرح امت محمدیہ کو عذاب کے ذریعے نہ مٹانے کا اپنے حبیب سے وعدہ کیا ہے تو عذاب کے جھٹکوں کی وارننگ بھی دی ہے،، سوال یہ بھی پیدا ہوتا ہے کہ کیا اسکول وکالج، مدارس ومساجد سے ہی کورونا کے بڑھنے کا خطرہ ہے کہ ان مقامات پر پابندی عائد کی گئی ہے دوسری جانب سعودی عرب کے حکمراں کے ذریعے عمرہ پر پابندی، حج پر پابندی بس حج کی رسم ادا کی گئی ہے جبکہ کورونا کے ماحول میں سعودی عرب کے اندر سنیما حال کھولے گئے، عورتوں کو ڈرائیوری لائیسنس جاری کیا گیا، عورتوں کے لئے تفریح گاہ بنوائی گئی کیا اس سے کورونا کے بڑھنے کا خطرہ نہیں ہے؟ ماضی کی بنسبت حرمین شریفین کا دروازہ بند ہی کہا جائے گا اور ایک مسلمان کے لئے حرمین شریفین کا دروازہ بند ہونا صرف احتیاطی اقدامات نہ سمجھا جائے بلکہ یہ کسی سازش سے کم نہیں کیونکہ عرب حکمرانوں کی جان پنجہ یہود میں ہے یہ دنیا کی رنگینیوں میں اس قدر ڈوب چکے ہیں کہ انہیں اب احساس ہی نہیں ہے کہ جہاں سے ساری مصیبت ٹل سکتی ہے وہاں پر ہم نے پابندی لگا رکھی ہے جبکہ یہ عقیدہ اور ایمان ہونا چاہیے کہ ایک مسلمان کو جب حرمین شریفین میں پناہ نہیں مل سکتی تو اسے دنیا میں کہیں پناہ نہیں مل سکتی اور آج ایک وبا سے بچنے کے لئے تم حرمین شریفین کا دروازہ بند کررہے ہو اور دنیاوی رنگ رلیوں کی اجازت دے رہے ہو کل کہیں پروردگار توبہ کا دروازہ بند کردے گا تب کیا کروگے۔

جاوید اختر بھارتی

بقیہ — پرانے پاپی....

گاندھی جی نے ہندوؤں اور سکھوں کو مخاطب کرتے ہوئے یہ بھی کہا تھا: ''مسلمانوں سے دشمنی ایسی ہے جیسے ہندستان سے دشمنی، میں کم ازکم جس بات کی توقع تم سے کرتا ہوں وہ یہ ہے کہ تم قانون کو اپنے ہاتھ میں لے کر وحشیانہ افعال کا ارتکاب نہ کروگے، ایسا ہوگا تو اس کے معنی یہ ہوں گے کہ سماج ختم ہوجائے گا اور تمہارے اخبار کھلے الفاظ میں ان امریکیوں کو وحشی قراردیں گے جو حبشیوں کو لنچ (Lynch) کرتے ہیں۔ اگر تم بھی ایسے کام کروتو کیا وہ کچھ کم وحشیانہ ہوں گے۔'' (دلی ڈائری، ۲۰/جنوری ۱۹۴۸ء)

ماضی سے حال کو سمجھنے اور صحیح طور سے دیکھنے میں بڑی مدد ملتی ہے۔ فسادیوں، قاتلوں کی موجودہ نسلیں کچھ برسوں سے پھر سرگرم عمل ہوگئی ہیں۔ باربار مسلمانوں کو پاکستان، افغانستان بھیجنے کی باتیں اور زبردستی اپنی مذہبی علامتوں اور نعروں کو اپنانے اور ماننے کے لیے مجبور کررہی ہیں۔ ظاہر ہے کہ یہ گاندھی جی کے بقول وحشیانہ اور بزدلانہ عمل ہے۔ مسلم حکومتوں کے کسی بھی دور میں غیر مسلموں سے زبردستی نعرۂ تکبیر لگوانے کا کوئی حوالہ نہیں ملتا ہے۔ یہ کمینگی اور بزدلی کی حد ہے کہ ایک فقیر، سبزی فروش، چوڑی بیچنے والے اور کسی چلتے پھرتے تن تنہا آدمی سے یا سینکڑوں کی بھیڑ چند آدمیوں کو گھیر کر زبردستی زدوکوب کرتے ہوئے جے شری رام اور زندہ باد مردہ باد کا نعرہ لگوانے کی وحشیانہ حرکتوں میں ملوث ہوجائے۔ یہ علامت وشوگرو بننے کی تو نہیں۔ کسی کام کے لیے زورزبردستی اور تشدد کا سہارا لینے کا مطلب صاف ہے کہ نظریہ وعمل میں کوئی تاب وتوانائی نہیں ہے کہ اسے کوئی بھی شریف وسمجھدار آدمی اختیار کرے۔ ہندوتو میں اگر کوئی دم اور کشش ہے تو اس کو فروغ دینے کے لیے فریب اور زبردستی کے فرمان کی ضرورت ہی نہ ہوگی۔ رام چندر کے تاریخی وتصوراتی ہونے کی بحث الگ ہے لیکن ان کے کردار میں زور زبردستی اور طاقت کے بل پر کسی بات کو منوانے کی کوئی مثال نہیں ملتی ہے۔ وہ صبر وتحمل، علم وشرافت اور اعلیٰ اخلاق کے نمونے کے طور پر سماج کے سامنے آتے ہیں۔ ان کے نام پر شیطانی اور وحشیانہ سیاہ حرکتوں کے ارتکاب کا صاف مطلب ہے کہ رام نام کے پردے میں راکشسوں کے کام کو انجام دینے کی راہ ہموار کی جارہی ہے۔ پرانے پاپیوں نے آزاد بھارت میں نیا لباس زیب تن کرلیا ہے۔ اگر اکثریتی سماج نے اصلاح وانسداد پر توجہ نہیں دی تو اس کا مطلب بقول گاندھی جی یہ ہوگا کہ سماج ختم ہوجائے گا۔ یہ افسوس ناک بات ہے کہ مہذب انسانی سماج کو مذموم جنگل راج میں بدل جانے کی راہ اقتدار کے زیر سایہ ہموار ہورہی ہے۔

یہ مشترکہ آبادی والے ملک بھارت کی ترقی، استحکام اور نیک نامی کے لیے تباہ کن ہے۔ ملک کو بے عزت اور بربادی سے بچانے کے لیے فرقہ وارانہ اتحاد اور یکجہتی اور یکسو ہوکر بھارت کی ترقی کے لیے متحدہ جدوجہد کی جائے۔ عوامی اہمیت والے مسائل پر توجہ دے کر حل کرنے کی بجائے فرقہ وارانہ نفرت، علیحدگی اور سماج کو مذہب وفرقہ کے نام پر تقسیم کرنے کی کوئی بھی کوشش کسی سیاسی جماعت یا لیڈر کو تو تھوڑی بہت کامیابی دلا سکتی ہے لیکن ملک وقوم کے مجموعی مفاد میں قطعی نہیں ہے۔ ہندوتو برانڈ کو جس طرح ایک کاروبار کی شکل دی جارہی ہے، اس کے اثرات ونتائج مستقبل میں بڑے دوررس اور مضر ہوں گے۔ ▫▫

بقیہ — احسانی شناسی....

بدلے کہ دشمن سے بھی بدتر دشمن بن گئے۔

اخیر میں احسان شناسی کے تئیں حضرت مولانا اسرار الحق قاسمی علیہ الرحمۃ کی تحریر سے ایک اہم اقتباس پیش کرتے ہوئے اپنے بات ختم کرتے ہیں، حضرت مولانا ارقام فرماتے ہیں: اسوۂ نبوی سے ہمیں یہ ہدایت ملتی ہے کہ محسن کے احسان کا شکر ادا کرنا، صاحبِ فضل کا اعتراف کرنا اور احسان کا بدلہ احسان کے ذریعے دینا مسلمانوں کا وطیرہ ہونا چاہیے اور سب سے زیادہ ہمیں جن لوگوں کے احسانات کی قدر کرنی چاہیے، وہ ہمارے ماں باپ ہیں، کیوں کہ ہم چاہے جس قدر بھی ان کے حقوق ادا کردیں، پورے طور پر اس سے عہدہ برآ نہیں ہوسکتے، اسی طرح ہمیں اپنے اساتذہ اور ہماری پرورش وپرداخت میں حصہ لینے والوں کی بھی قدر کرنی چاہیے اور ان کے احسانات کا اعتراف کرنا چاہیے، اسی طرح شوہر بیوی کو بھی ایک دوسرے کا احسان شناس رہنا چاہیے اور اگر اتفاقاً طلاق اور باہم قطعِ تعلق کی نوبت آجائے، تو بھی ایک دوسرے کا قدردان رہنا چاہیے۔ اسی طرح زندگی کے کسی بھی موڑ پر کسی بھی شخص کے ذریعے ہمیں کسی قسم کی مدد یا ہمدردی حاصل ہوتو ہمیں وہ یادرکھنا چاہیے۔ آج کل لوگ اپنے خدا کی نعمتوں اور اس کے احسانات کو یاد نہیں رکھتے تو بندوں کے احسانات کہاں یادرکھیں گے؟

چناں چہ احسان فراموشی کی وبا ہر سطح پر ہمارے معاشرے میں عام ہے اور اس کی وجہ سے بھی بہت سی معاشرتی خرابیاں جنم لے رہی ہیں۔ سب سے پہلے تو ہمیں اپنے اوپر ہر لمحہ نازل ہونے والی اللہ کی نعمتوں کا استحضار ہونا چاہیے، اس کے حقوق اور احکام بجالانے کی کوشش کرنی چاہیے اور اس کے بعد جس معاشرے میں ہم رہ رہے ہیں وہاں جو ہمارے محسنین اور کرم فرما ہیں، ان کے تئیں احسان شناسی کا ثبوت دیں، احسان کرنے والے کا احسان جتلانا ایک مذموم عمل ہے، لیکن جس پر احسان کیا گیا ہے اس کی ذمہ داری ہے کہ ضرورت پڑنے پر اپنے محسن کا قرضہ اتارنے کی کوشش کرے اور اگر استطاعت نہ ہوتو کم ازکم اس کے لیے دعائیں کرے۔ ▫▫

بقیہ — کم اننگوں میں....

ملک نے اس ٹیسٹ کے اختتام تک ۹۱ء۴۶ کی اوسط کے ساتھ ۱۱۲۶ رن بنائے تھے جس میں پانچ سنچریوں کے علاوہ پانچ نصف سنچریاں بھی شامل تھیں۔ ٹیسٹ کرکٹ میں سب سے کم اننگوں میں پانچ سنچریاں بنانے کا ریکارڈ ویسٹ انڈیز کے ایورٹن ووکس کے پاس ہے جنھوں نے ساتویں ٹیسٹ کی دسویں اننگ میں ایسا کیا تھا۔ دائیں ہاتھ سے بلے بازی کرنے والے ایورٹن ویکس نے اس میچ کے اختتام تک ۸۰ء۸۷ کی اوسط کے ساتھ ۸۷۸ رن بنائے تھے۔ دس اننگوں میں پانچ سنچریاں بنانے کے بعد وہ آٹھویں ٹیسٹ کی گیارہویں اننگ میں پہلی سنچری بنانے میں کامیاب ہوئے تھے۔

ڈان بریڈمین جلدی سنچریاں بنانے والے کلاڑیوں میں سے ایک ہیں۔ ۵۲ ٹیسٹ میچوں کی ۸۰ اننگوں میں ۲۹ سنچریاں اسکور کرنے والے آسٹریلیا کے اس بلے باز نے اپنی پانچویں سنچری ساتویں ٹیسٹ کی ۱۳/ اننگ میں بنائی تھی۔ وہ ٹیسٹ کرکٹ میں پانچویں سب سے تیز پانچ سنچریاں بنانے والے بلے باز ہیں۔ دائیں ہاتھ سے بلے بازی کرنے والے اس کھلاڑی نے اپنے ساتویں ٹیسٹ کے اختتام تک ۶۶ء۹۹ کی اوسط کے ساتھ ۱۱۹۶ رن بنائے تھے۔ انھوں نے پانچ سنچریوں کے علاوہ دو نصف سنچریاں بھی بنائی تھیں۔ ٹیسٹ کرکٹ میں سب سے زیادہ سنچریاں بنانے والے ہندستان کے سچن تندولکر نے اپنی پانچویں سنچری ۲۳ویں میچ کی ۳۵ویں اننگ میں اسکور کی تھی۔ وہ سب سے تیز پانچ سنچریاں بنانے والے بلے بازوں کی فہرست میں مشترکہ طور پر ۶۲ویں مقام پر ہیں۔ دائیں ہاتھ سے بلے بازی کرنے والے اس کھلاڑی نے ۲۳ویں ٹیسٹ کے اختتام تک ۱۸ء۴۳ کی اوسط کے ساتھ ۱۳۸۲ رن بنائے تھے جس میں پانچ سنچریوں کے ساتھ انھوں نے چھ نصف سنچریاں بنائی تھیں۔ سچن تندولکر نے ۱۹۸۹ء اور ۲۰۱۳ء کے درمیان جو ۲۰۰ ٹیسٹ میچ کھیلے ہیں ان کی ۳۲۹ اننگوں میں ۸۷ء۵۳ کی اوسط کے ساتھ ۵۱ سنچریوں اور ۶۸ نصف سنچریوں کی مدد سے ۱۵۹۲۱ رن بنائے ہیں۔ ان سے زیادہ رن اور سنچریاں کسی اور بلے باز نے نہیں بنائی ہیں اور نہ ہی کوئی کھلاڑی ابھی تک اتنے ٹیسٹ کھیلا ہے۔ ▫▫

بقیہ : —— شملہ مرچ....

صلاحیت کم ہوجاتی ہے جس کی وجہ سے کمزوری اور تھکن محسوس ہوتی ہے۔ انیمیا کی سب سے عام وجہ آئرن کی کمی ہے۔ سرخ شملہ مرچ میں آئرن کی وافر مقدار ہوتی ہے جبکہ اس میں موجود وٹامن سی آئرن کو جذب ہونے میں مدد دیتا ہے۔ اس لیے آئرن والی غذاؤں مثلاً پالک اور گوشت کے ساتھ کچی شملہ مرچ کھانے سے ان سے حاصل ہون والا آئرن خون میں زیادہ اچھی طرح جذب ہوجاتا ہے اور انیمیا کے خطرات کو کم کرتا ہے۔

وٹامن بی: شملہ مرچ میں وٹامن بی ہوتا ہے جو اعصابی نظام کے لیے بہت ضروری ہے اور اس کے لیے نئے خلیوں کو بنانے میں مدد دیتا ہے۔

اینٹی آکسیڈنٹ: شملہ مرچ میں موجود کیمیکل خاص طور پر بیٹا کیروٹین، اینٹی آکسیڈنٹ کا کام دیتا ہے اور جلد کو سوزش، جلن اور سوجن سے بچاتا ہے۔

مختصر فوائد: یہ قوتِ مداعت میں اضافہ کرتی ہے۔ جلد کو خوبصورت اور جوان رکھتی ہے۔ یہ قوت بخش غدا ہے۔ کینسر سے بچاؤ میں مدد کرتی ہے۔ بالوں کی نشوونما کے لیے بہت اہم ہے۔ آنکھوں کو صحت مند رکھتی ہے۔ موتیا جیسی بیماری سے بچاتی ہے۔ انیمیا کے بچاؤ کے لیے مفید ہے۔ اس میں آئرن کی وافر مقدار پائی جاتی ہے۔ یہ اعصابی نظام کے لیے بہت مفید ہے۔ یہ سوزش، جلن اور سوجن سے بچاتی ہے۔ یہ انسانی کمزوری کو دور کرتی ہے۔ ▫▫

دنیا کا عظیم ترین
سکندر اعظم بھارت میں طاقت کا کیپسول
نیا بھروسہ ایک ھی کیپسول سے زبردست
طاقت و جسمانی کمزوری دور کریں
میڈیکل اسٹور سے خریدیں یا فون کریں:
09212358677, 09015270020

دہلی فساد میں ماخوذ خاتون دس ماہ کے بعد ضمانت پر آزاد

جمعیۃ علماء ہند کی عرضی پر فاضل جج نے کہا کہ اقتدار کی زیادتی سے لوگوں کو بچانا عدالت کی ذمہ داری

نئی دہلی ۴/ستمبر: شمال مشرقی دہلی فساد میں الزامِ ناحق کی شکار دو چھوٹے بچوں کی ماں تبسم کو بالآخر دس ماہ بعد ضمانت مل گئی۔ جج سبرامنیم پرساد نے فیصلہ سناتے ہوئے کہا کہ کورٹ کا یہ آئینی فریضہ ہے کہ وہ اس بات کو یقینی بنائے کہ سرکار کی زیادتی کی وجہ سے کسی فرد کی شخصی آزادی متاثر نہ ہو۔ انھوں نے کہا کہ ضمانت اصل ہے اور قید کرنا استثنائی امر ہے، عدالتوں کو اپنے دائرہ اثر کو استعمال کرتے ہوئے شخصی آزادی کو بحال کرنا چاہیے، سپریم کورٹ نے بارہا اس پر زور دیا ہے کہ عدالتوں کو دو پہلوؤں پر بیداری کا مظاہرہ کرنا چاہیے، اول یہ کہ وہ فوجداری قانون کے مناسب نفاذ کو یقینی بنائیں اور ساتھ ہی اس بات کو بھی یقینی بنائیں کہ قانون کسی کو ہراساں کرنے کا ٹول نہ بن جائے۔

فاضل جج نے تبسم کے مقدمہ کے سلسلے میں مذکورہ تاثر پیش کرتے ہوئے کہا کہ ملزمہ دس ماہ سے جیل میں بند ہے، اس کے سلسلے میں ثبوتوں کے مطالعے سے یہ ظاہر ہوا ہے کہ وہ احتجاجی مقام کے آس پاس کے کسی بھی ویڈیو فوٹیج میں نظر نہیں آرہی ہے اور استغاثہ کا یہ دعویٰ کہ برقعہ پہننے والی چند خواتین کو پولیس اہلکاروں پر حملہ کرتے ہوئے پکڑا گیا ہے جیسا کہ ویشال چودھری کے ویڈیو فوٹیج میں ایسا آیا ہے، بے وزن بات ہے۔ کیونکہ ملزمہ کی شناخت ویڈیو میں نہیں ہوسکی۔ اس لیے عدالت کی رائے ہے کہ ملزمہ کی مسلسل قید کا کوئی جواز نہیں ہے، محترم جج صاحب نے یہ بھی کہا کہ کورٹ کی رائے یہ ہے کہ محض احتجاج کے منتظمین میں سے ایک ہونے یا احتجاج میں شریک دیگر افراد کے ساتھ رابطے میں ہونا اس امر کو ثابت کرنے کے لیے کافی نہیں ہے کہ کوئی شخص فساد کی پیشگی سازش میں شریک تھا۔ واضح رہے کہ احتجاج اور اظہار رائے کا حق جمہوری ڈھانچہ میں بنیادی حیثیت رکھتا ہے، اور اس لیے احتجاج کرنے کے عمل کو کسی کو جیل میں بند کرنے کا ہتھیار نہیں بنایا جاسکتا۔ نیز اس معاملے میں چوتھی چارج شیٹ پہلے ہی دائر کی جا چکی ہے، نیز مقدمے کی سماعت میں کافی وقت لگے گا۔ اس لیے ملزمہ جس کے دو چھوٹے بچے ہیں، کو غیر معینہ مدت کے لیے جیل کی سلاخوں کے پیچھے رکھنا دانشمندی نہیں ہوگی۔

درخواست گزارا اپنے معاشرہ میں بااثر خاتون ہیں، اس وجہ سے، اس کے مفرور اور فرار ہونے کا کوئی خطرہ نہیں ہے۔ مزید برآں، درخواست گزار کے دو شریک ملزمان کو پہلے ہی ضمانت مل چکی ہے، اس لیے ان کو بھی ضمانت دی جاتی ہے۔ فیصلے سے قبل جمعیۃ علماء ہند کی طرف سے مقرر کردہ وکیل ایڈوکیٹ محمد عبدالغفار، ایڈوکیٹ نوراللہ اور دکشا دیویدی نے کہا کہ محترمہ تبسم ایک ذمہ دار شہری ہیں، انھوں نے کسی بھی تشدد میں حصہ نہیں لیا، وہ چاند باغ کی رہنے والی ہیں اور وزیر آباد میں جہاں رتن لال پر حملہ ہوا، وہ وہاں سے صرف تین سو میٹر کی دوری پر رہتی ہیں، دہلی پولیس نے اس پر جو بھی الزامات لگائے ہیں، وہ سب بے بنیاد ہیں اور پولیس کی طرف سے پیش کردہ کوئی بھی ثبوت اسے ذرہ برابر بھی ثابت نہیں کرتے، فساد کے چھ ماہ بعد دہلی پولیس نے اس کے گھر کے باہر نوٹس لگا دیا کہ وہ پولیس میں حاضر ہوں، حالانکہ وہ کووڈ کی وجہ سے اپنے آبائی وطن میں تھی، بعد میں پولیس نے گرفتار کیا اور نومبر ۲۰۲۰ء میں پیش کردہ اضافی چارج شیٹ میں اس کا نام بڑھا دیا۔

عدالت کے فیصلے اور آراء پر اطمینان کا اظہار کرتے ہوئے جمعیۃ علماء ہند کے قومی صدر مولانا محمود مدنی نے کہا کہ عدالت نے جو کچھ بھی کہا ہے وہ سچ کا آئینہ دار ہے، عدالتوں نے جس طرح سے رد عمل کا اظہار کیا ہے کہ اس سے دہلی فساد میں پولیس اور تحقیقاتی ایجنسیوں کا کردار بے نقاب ہوا ہے۔ جمعیۃ علماء ہند نے تو شروع میں ہی دہلی ہائی کورٹ میں عرضی داخل کی تھی کہ دہلی فساد کی منصفانہ انکوائری کرائی جائے اور ثبوتوں کے تحفظ کو یقینی بنایا جائے، انھوں نے کہا کہ افسوس اس بات پر ہے کہ فساد کے ڈیڑھ سال گزر جانے کے باوجود بھی اصل مجرم کا پتہ نہیں چلا اور خانہ پری کیلئے بے قصور افراد کو پکڑ پکڑ کر جیل میں ڈال دیا گیا، انھوں نے حیرت کا اظہار کیا کہ فساد کے آٹھ ماہ بعد تبسم کے گھر کے باہر نوٹس ڈالا گیا، جس سے ایک شہری کی سماجی زندگی متاثر ہوئی اور اسے محض تخیل کی بنیاد پر دس ماہ تک جیل میں رہنا پڑا۔ جمعیۃ علماء ہند ایسے پریشان لوگوں کے مقدمات لڑ رہی ہے، اللہ کا شکر ہے کہ ہمارے وکلاء کے پینل کی کوشش سے تین سو مقدمات میں ضمانت ملی ہے، جمعیۃ ایڈوکیٹ نیاز احمد فاروقی کی نگرانی میں ساڑھے تین سو سے زائد مقدمات کی پیروی کر رہی ہے۔

دھلی فساد کے ملزم گلفام کو عدالت سے مستقل ضمانت

جمعیۃ علماء ہند کے وکیل کے مضبوط استدلال کے سامنے سرکاری وکیل کا دعوی خارج

صدر جمعیۃ علماء ھند مولانا محمود مدنی نے فیصلے پر مسرت کا اظھار کیا

نئی دہلی ۷/ستمبر ۲۰۲۱ء: دہلی فساد میں الزام ناحق کے شکار بہت سارے لوگ اپنے گھر کے تنہا کمانے والے ہیں، جو ایک سال سے زائد مدت سے دہلی پولیس کی غیر ذمہ دارانہ کارروائیوں کی وجہ سے بند ہیں، ان میں ہی ایک نام گلفام عرف وی آئی پی کا ہے۔ جسے عدالت نے حال ہی میں اپنی حاملہ بیوی کی دیکھ بھال کے لیے پیرول پر باہر آنے کی اجازت دی تھی۔ اس کی مستقل ضمانت کو لے کر جمعیۃ علماء ہند کی طرف سے مقرر کردہ ایڈوکیٹ وکیل سلیم ملک اور سرکاری وکیل منوج چودھری کے مابین جم کر بحث ہوئی اور بالآخر عدالت نے جمعیۃ کے وکیل کے استدلال کو مضبوط مانتے ہوئے گلفام کو مستقل ضمانت دے دی۔ عدالت نے اس موقع پر اپنے فیصلے میں کہا کہ گرچہ فاضل پروازیکیوٹر نے ملزم کی ضمانت کی مخالفت کی ہے، لیکن وہ اس بات کو ثابت کرنے میں ناکام رہے کہ بالآخر گلفام اور ان دیگر ملزموں (لیاقت اور تنویر ملک) کے عمل میں کیا فرق ہے کہ گلفام کو ضمانت نہ دی جائے جب کہ پہلے ہی دہلی ہائی کورٹ کے ذریعہ سے لیاقت اور تنویر کو ضمانت مل چکی ہے۔ جہاں تک زخمی گوسوامی کے جسم سے برآمد ہونے والی گولی کی ایف ایس ایل رپورٹ کا معاملہ ہے، تو اس کی رپورٹ اب تک نہ آنے کو بنیاد بنا کر ملزم کو جیل میں نہیں رکھا جاسکتا، اس لیے اسے بیس ہزار روپے زرضمانت پر ضمانت دی جاتی ہے۔

واضح ہو کہ گلفام پر یہ الزام عائد ہے کہ اس نے فساد کے درمیان گوسوامی کو گولی ماری تھی، اس سلسلے میں پولیس کے پاس پردیپ سنگھ ورما کی گواہی ہے، جس کے بارے میں جمعیۃ کے وکیل نے عدالت سے کہا کہ وہ محض ایک قوم سے اپنی دشمنی کی بنیاد پر گواہی دینے کے لیے تیار ہوا ہے، چنانچہ فساد کے ایک ماہ بعد اس نے گلفام کی شناخت کی، اس کے علاوہ ملزم کسی بھی سی سی ٹی وی ویڈیو میں نظر نہیں آرہا ہے، اس لیے محض مشکوک گواہی کی بنیاد پر کسی کی زندگی خراب نہ کی جائے، رہ گئی بات گوسوامی کی تو وہ خود فساد مچانے کا حصہ تھا اور عین ممکن ہے کہ فرینڈلی گن شوٹ میں وہ حادثہ کا شکار ہوا ہو۔

عدالت کے فیصلے پر جمعیۃ علماء ہند کے صدر مولانا محمود اسعد مدنی نے مسرت کا اظہار کیا ہے اور کہا ہے کہ جمعیۃ علماء ہند بے قصور پھنسائے گئے افراد کو انصاف دلانے کی جدوجہد جاری رکھے گی۔ واضح ہو کہ اب تک جمعیۃ علماء ہند کی کوشش سے تین سو سے زائد مقدمات میں ضمانت مل چکی ہے۔

جمعیۃ علماء یوپی کے اجلاس مجلس منتظمہ میں مولانا عبدالرب اعظمی جمعیۃ علماء اتر پردیش کے صدر منتخب

اجلاس میں جمعیۃ علماء ھند کے قومی صدر مولانا محمود مدنی کا خطاب

نئی دہلی / امروہہ ۴/ستمبر: آج جمعیۃ علماء اترپردیش کا انتخابی اجلاس (اجلاس مجلس منتظمہ) مدرسہ اسلامیہ عربیہ، جامع مسجد امروہہ میں زیر صدارت مولانا عبدالرب اعظمی منعقد ہوا، بحیثیت آبزرور صدر جمعیۃ علماء مولانا محمود اسعد مدنی شریک ہوئے۔ تلاوت ونعت کے بعد مولانا محمد کلیم اللہ قاسمی نے سابقہ کارروائی پڑھ کر سنائی جس کی سبھی اراکین نے توثیق کی۔ ناظم اعلی جمعیۃ علماء اترپردیش مولانا سید محمد مدنی نے سکریٹری رپورٹ پیش کی۔ انتخابی کارروائی کا آغاز کرتے ہوئے مولانا مفتی سید محمد عفان منصور پوری صدر دینی تعلیمی بورڈ جمعیۃ علماء یوپی نے معروف عالم دین مولانا عبدالرب اعظمی کا نام صدارت کے لیے پیش کیا جسے اتفاق رائے سے منظور کیا گیا، ان کے علاوہ مولانا مفتی عبدالرحمٰن امروہہ، پروفیسر سید محمد نعمان شاہ جہاں پوری، مفتی بنیامین مظفرنگر اور مولانا امین الحق اسامہ کانپور نائبین صدر اور سید محمد حسین ہاشمی خازن منتخب ہوئے۔ انتخاب کے بعد آبزرور اور صدر جمعیۃ علماء ہند حضرت مولانا محمود مدنی نے اپنے خطاب میں کہا کہ تنظیم، کسی بھی قوم کی باوقار زندگی کی علامت ہوتی ہے۔ انھوں نے کہا کہ ملت اسلامیہ کے سامنے کئی طرح کے چیلنجز ہیں، لیکن ہمیں قطعا مایوس اور مشتعل ہونے کی ضرورت نہیں ہے، انھوں نے کہا کہ مسائل کا سامنا کرنا زندہ قوموں کی علامت ہے، ہم یہ ظاہر کرنا چاہتے ہیں کہ ہم کسی بھی صورت میں گھبرانے والے نہیں ہیں اور اگر ضروری پڑی تو اس وطن کی عزت وآبرو کی بقا کے لیے ہر طرح کی قربانی دیں گے۔ مولانا مدنی نے نسل نو کی تعلیم پر خصوصی توجہ دینے کی اپیل کی، انھوں نے قوم کو ارتداد سے بچانے کے لیے دینی تعلیم پر زور دیا اور کہا ہمارے بچے اسکول بھی جائیں اور مکتب بھی، اسی سے نسل نو کی مضبوط تعمیر ہوگی اور وہ ایمان کی حفاظت کا شعور حاصل کرے گی۔ جمعیۃ علماء ہند کے جنرل سکریٹری مولانا حکیم الدین قاسمی نے اپنے خطاب میں ریاستی انتخاب کے خوش اسلوبی سے انعقاد کی ستائش کی اور موجودہ حالات میں مساجد کے تحفظ کے لیے دوررس نتائج کی حامل تدابیر اختیار کرنے پر زور دیا، اس سلسلے میں انھوں نے جمعیۃ علماء ہند کے سرکلر کی طرف جمعیۃ کے ارکان کو متوجہ کرایا۔ اس موقع پر مولانا قاری شوکت علی رکن مجلس عاملہ جمعیۃ علماء ہند نے بھی خطاب کیا اور مولانا مفتی عبدالرحمٰن کی دعاء پر اجلاس ختم ہوا، نظامت کے فرائض پروفیسر نعمان شاہ جہاں پوری نے انجام دیئے۔ مولانا مفتی سید محمد عفان منصور پوری نے بحیثیت میزبان مہمانوں کا استقبال کرتے ہوئے فرمایا کہ گزشتہ ٹرم میں صدر یوپی مولانا متین الحق اسامہ، نائب صدر مولانا اعلم اللہ اور ناظم امارت شرعیہ ہند مولانا معزالدین احمد نے داعی اجل کو لبیک کہا، اس کے علاوہ میرے مربی و مشفق والد مرحوم حضرت مولانا قاری سید محمد عثمان منصور پوری سابق صدر جمعیۃ علماء ہند بھی رحلت فرما گئے، انھوں نے ایک مثالی زندگی گزاری جو ہم سب کے لیے قابل قدر ہے، ہم سب ان کے لیے ایصال ثواب اور دعائے مغفرت کا اہتمام کریں اور موجودہ اکابر کے لیے صحت وسلامتی کے ساتھ درازی عمر کی دعاء کریں۔

مراسلات

ادارہ کا مراسلہ نگار کی رائے سے اتفاق ضروری نہیں

سمجھ میں نہیں آتا کہ عالمی وبا ہے یا عالمی سازش

مکرمی! انسانوں کے جو بھی مسائل ہوں چاہے وہ انفرادی ہوں یا اجتماعی ایک طرف مذہب اسلام نے اس کا سب سے بہتر حل پیش کیا ہے تو دوسری طرف حل تلاش کرنے کے لئے اللہ تعالیٰ نے دل ودماغ عطا کیا ہے۔ جہاں تک مسلمانوں کا مسئلہ ہے تو رب کے قرآن اور نبی کے فرمان پر عمل کے بغیر کامیابی حاصل نہیں ہوسکتی اسلام کی تعلیمات نے لوگوں کو رب کی بندگی کرنے اور انسانوں کی غلامی سے نکال کر اللہ ورسول کی غلامی کا احسن طریقہ بتایا ہے اور اسی پر عمل پیرا ہونا دونوں جہاں میں سرخروئی وکامیابی کی ضمانت ہے اور جو لوگ اس پر عمل پیرا ہیں وہ دونوں جہاں میں کامیاب ہیں آج دنیا کی حرص اور ایک دوسرے پر دنیاوی سبقت حاصل کرنے کی دوڑ میں ہم اطیعو اللہ واطیعو الرسول سے بہت دور ہوچکے ہیں اور دنیا کی کامیابی کو ہم نے اصل کامیابی سمجھ لیا ہے جبکہ دین کی خدمت کو چھوڑ کر، اسلام کی تعلیمات سے دور رہ کر ہم کبھی کامیاب ہو ہی نہیں سکتے یہ بات ہمیں یاد رکھنا چاہیے کہ آخرت کی کامیابی ہی اصل کامیابی ہے اور یہ کامیابی ہمیں دعوت وتبلیغ اور قرآن وحدیث کے مطابق عمل کے بغیر حاصل نہیں ہوسکتی سیرت رسول اکرم، عالم اسلام اور عالم انسانیت کیلئے مشعل راہ تھی، مشعل راہ ہے اور مشعل راہ رہے گی، راہ نجات تھی، راہ نجات ہے اور راہ نجات رہے گی آج ہمارے اوپر پوری دنیا میں عرصہ حیات تنگ کیا جارہا ہے اگر مسلمانوں کی تعداد میں اضافہ ہوتا جارہا ہے تو ذلت ورسوائی میں بھی اضافہ ہوتا جارہا ہے، آج پوری دنیا میں مسلمانوں کو شک وشبہ کی نظر سے دیکھا جاتا ہے اور دنیا کی ہر قومیں مسلمانوں کو بدنام کرنے اور مذہب اسلام کی شبیہ کو بگاڑنے پر تلی ہوئی ہیں اور ہم ہیں کہ رب کے قرآن اور نبی کے فرمان سے دور ہوکر قوم اغیار کا تعاون کررہے ہیں اور اپنی تاریخ کو بھلا کر ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر معجزات کا انتظار کررہے ہیں آج کے ساڑھے چودہ سو سال قبل نبی کریم صل اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ ایک وہ زمانہ آئے گا کہ جب دنیا کی ساری قومیں مسلمانوں پر ٹوٹ پڑیں گی تو صحابہ کرام نے پوچھا تھا کہ یارسول اللہ کیا اس وقت ہماری تعداد بہت کم ہوگی تو رسول کائنات نے فرمایا کہ نہیں بلکہ مسلمانوں کی تعداد تو سمندر کے جھاگ کے مانند ہوگی لیکن ان کا ایمان بہت کمزور ہوگا، اللہ ورسول سے رشتہ بہت کمزور ہوگا اب آج کے حالات پر غور کیا جائے اور اپنا محاسبہ کیا جائے تو ساری تصویر صاف ہوجاتی ہے آج سارا بگاڑ، ساری خرافات، ساری برائیاں، شکوہ شکایت، گالی گلوج، غیبت و چغلی، شراب نوشی، جوا، زناکاری سب کچھ مسلمانوں کے اندر پایا جاتا ہے یہاں تک کہ دینی کاموں میں بھی ہم نے نام ونمود اور شہرت حاصل کرنے کے لیے خود اپنے ہی ذریعے اس کی شکل بگاڑ دی ہے شادی بیاہ کا یہ حال ہے کہ ظہر اور عصر کے درمیان کہیں آتش بازی ہوتی ہے معلوم ہوجاتا ہے کہ آج کسی مسلمان کے گھر شادی ہے بارات کی آمد ہوئی ہے اور بعد نماز مغرب سے عشا یا کچھ اور دیر بعد پٹاخے پھوٹنے کی آواز آتی ہے تو معلوم ہوجاتا ہے کہ آج کسی مسلمان کے گھر دلہن کی آمد ہوئی ہے یہ حال ہے آج کے مسلمانوں کا محسن انسانیت صل اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا ہے کہ نکاح، شادی بیاہ اتنا آسان کرو کہ زنا مشکل ہوجائے لیکن افسوس اُمت نے شادی بیاہ اتنا مہنگا اور اتنا مشکل کردیا کہ زنا آسان ہوگیا ناجائز تعلقات کی بنیاد پر لڑکے اور لڑکیوں کا موبائل فون پر گھنٹوں گھنٹوں بات چیت کرنا آسان ہوگیا اور معاشرہ تباہی کے دہانے پر پہنچ گیا اور اب کسی کو نصیحت کرنا بھی مشکل ہوگیا اصلاح معاشرہ پر مبنی تحریک تقریر وتحریر تک محدود ہوکر رہ گئی، جلسوں کا انعقاد بھی اتنا خرچیلا ہوگیا کہ بس شو پیس بن کر رہ گیا لوگ اتنا ہی اثر لیتے ہیں کہ جلسہ ہونا چاہیے اور جلسہ سننا چاہیے بس اس سے زیادہ کچھ بھی نہیں آج قوم مسلم کا حال تو یہ ہے کہ جمعے کا خطبہ بھی قوم مسلم کیلئے کوئی اہمیت نہیں رکھتا اس کا بھی کچھ اثر نہیں ہوتا۔

ہمیں کھانے پینے والی سنتیں تو معلوم رہتی ہیں ہم یہ جانتے ہیں کہ اللہ کے رسول کو کھجور بہت پسند تھی تو یہ بھی معلوم ہونا چاہیے کہ کھجور کے بازار میں چلتے چلتے اللہ کے رسول نے ایک کھجور فروخت کرنے والے کے کھجور کے گچھے میں ہاتھ ڈال دیا اور نکالا تو فرمایا کہ جو تجارت میں دھوکا دے وہ ہم میں سے نہیں ہے، ہمیں یہ معلوم ہے کہ دعوت کھانا سنت ہے تو یہ بھی معلوم ہونا چاہیے کہ اللہ کے رسول نے فرمایا ہے کہ ایک پڑوسی بھر پیٹ کھانا کھا کر سو جائے اور دوسرا پڑوسی بھوکا رہ جائے تو بھر پیٹ کھا کر سونے والا مومن نہیں غرضیکہ اسلام دین فطرت ہے اسی وجہ سے اس کی ہر بات فطرت کے تقاضوں کے مطابق ہوا کرتی ہے مذہب اسلام کی تصویر کو بہتر طریقے سے پیش کرنا چاہئے کیونکہ دین اسلام پہلے ایک اچھا انسان دیکھنا چاہتا ہے تب مسلمان کیونکہ ایک اچھا انسان ہی سچا مسلمان ہوسکتا ہے جس کے اندر انسانیت نہیں ہوگی وہ نہ اچھا انسان ہوسکتا ہے نہ سچا مسلمان ہوسکتا ہے اس لئے ہمیں غور کرنا چاہئے کہ ہم نے انسان ہونے کا، اشرف المخلوقات ہونے کا اور مسلمان ہونے کا کتنا حق ادا کیا ساری بیماریوں کے لئے جانوروں کو موردِ الزام ٹھہرا دینا مسلے کا حل نہیں ہے ایک جانور دوسرے جانور کا گھر نہیں جلاتا ایک جانور انسان کی بولی نہیں بولتا لیکن ایک انسان جانور کی بولی بولنے لگتا ہے جانور تو اگر غلطی بھی کرے تو جانور ہے اسے بہت سی چیزوں کا شعور نہیں ہے لیکن انسان کو تو سوچنے سمجھنے اور فیصلہ لینے کی صلاحیت اللہ نے عطا فرمائی ہے پھر بھی انسان کی حالت یہ ہے کہ دین کی خلاف ورزی کرتا ہے، سماج معاشرہ وسوسائٹی کی خلاف ورزی کرتا ہے، پڑوسیوں سے بغض وحسد رکھتا ہے جبکہ پڑوسیوں کے مقام ومرتبہ اور حقوق سے متعلق احادیث کی کتابوں میں یہاں تک ملتا ہے کہ جب نبی کریم علیہ الصلاۃ والتسلیم پڑوسیوں کے حقوق اور ان کے ساتھ حسن سلوک کا ذکر فرماتے تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کو یہ خدشہ ہونے لگتا کہ کہیں ہماری جائداد میں پڑوسیوں کو آقا صل اللہ علیہ وسلم حصہ دار نہ ٹھہرا دیں اتنا اونچا مقام ہے پڑوسیوں کا لیکن آج کے انسانوں کا حال یہ ہے کہ پڑوس کی بہن بیٹیوں کی عزت تک پڑوسیوں کی وجہ سے خطرے میں ہے اگر کچھ اختیارات مل جائیں تو اس کا اتنا ناجائز استعمال کرتا ہے کہ وہ بھول ہی جاتا ہے کہ مظلوم کی دعا کبھی ٹالی نہیں جاتی اور ظلم کی ٹہنی ہمیشہ نہیں پھلتی،، چین سے جو کرونا وائرس بیماری آغاز ہوا وہ خود چین کے لوگوں کو احساس کرانے لگا کہ مظلوموں کی دعائیں آسمان تک پہنچ گئیں اور یہ حقیقت بھی ہے کہ ایک مظلوم بندے اور اللہ رب العالمین کے مابین کوئی پردہ نہیں ہوتا بلکہ جب ایک مظلوم کے دل سے آہ نکلتی ہے تو آسمان کے سارے دروازے کھل جاتے ہیں۔

اب تو سمجھ میں نہیں آتا ہے کرونا وائرس بیماری ہے یا قہر الٰہی ہے یا کوئی عالمی سازش ہے تو گویا آج پوری دنیا کے حالات جہاں انسانوں کے لیے تو وہیں بالخصوص مسلمانوں کے (باقی صـ۱۴ پر)

ALJAMIAT (URDU WEEKLY) NEW DELHI
Postal Registration No. DL(C)-01/1267/2021-23
Publishing Date: 3 September 2021 Posting Days MON. TUE. at N.D.P.S.O. New Delhi R.N.I. 38985/82

منظر پس منظر

عارف عزیز، بھوپال

• سیلاب ایک سنگین قومی مسئلہ • ملک کی ترقی معکوس کی راہ پر

• بھوک سے نمٹنے میں ہم ناکام کیوں؟

سیلاب ایک سنگین قومی مسئلہ

مانسون کی ابتدائی بارش نے قہر ڈھاتے ہوئے بہار کے تمام بڑے دریاؤں کو خطرہ کے نشان سے اوپر کردیا تھا اور وہاں کی سیلابی صورت حال سنگین ہوگئی تھی۔ اسی طرح آسام میں بھی بارش نے دریائے برہمپتر کی سطح کو اتنا بڑھادیا تھا کہ اس کی زد میں ریاست کے کئی مواضعات آگئے تھے، اسی طرح کئی ہزار آراضی میں آباد کھڑی فصل سیلاب سے برباد ہوگئی، جس کے نقصان کا تخمینہ کروڑوں روپے لگایا گیا، اب دوسرے بلکہ تیسرے مرحلہ میں پھر بہار میں سیلابی کیفیت پائی جاتی ہے جبکہ مدھیہ پردیش، یوپی اس مرحلہ سے گزر چکے ہیں، ابھی بارش کا ڈیڑھ ماہ باقی ہے جس کے دوران اور کہاں کہاں سیلاب آئیں گے کچھ کہا نہیں جاسکتا لیکن یہ ضرور سوال کیا جاسکتا ہے کہ ایسے سیلاب اب ہمارے ملک میں ہر سال اور سال میں کئی بار کیوں آنے لگے ہیں؟ دن بدن ان میں شدت کیوں پیدا ہورہی ہے ان کے انسداد پر خاطر خواہ توجہ کیوں نہیں دی جاتی اور کئی سال پہلے قومی سیلاب کمیشن نے ۲۰۷ سفارشات پر مشتمل اپنی جو رپورٹ مرکزی حکومت کے سپرد کی تھی وہ آج تک محکمہ آبپاشی کی الماریوں میں پڑی گرد کیوں کھارہی ہے؟ ماہرین کا کہنا ہے کہ بارش سے دریاؤں میں آنے والی بار بار کی طغیانی اور اس کے نتیجہ میں عوام کو پہنچنے والے نقصانات کی وجہ دریاؤں کی تہہ میں ریت جمع ہونے سے ان کا اتھلا ہونا اور جنگلات کی قطع وبرید کے باعث پانی کا رخ میدانوں کی طرف بڑھ جانا وغیرہ ہیں کیونکہ درختوں کی موجودگی سے ایسے مواقع پر وہ جس قدرتی دفاع کا کام انجام دیتے تھے اب جنگل کے رقبہ میں کمی سے وہ توازن درہم برہم ہوکر رہ گیا ہے اور دریاؤں میں ریت اور مٹی پہلے سے کہیں زیادہ جمع ہونے لگی ہے جو دو چار دن کی موسلا دھار بارش میں ہی ان کو اچھال دیتی ہے۔ اس کے علاوہ جلد جلد سیلاب آنے کا دوسرا سبب حکومت کے وہ تعمیری منصوبے بھی ہیں جن کے تحت زمین کے قدرتی نشیب وفراز کا لحاظ رکھے بغیر ریلوے لائنوں کو بچھانے، سڑکوں کی تعمیر اور بستیوں کا جال پھیلا کر پانی کے فطری بہاؤ کو متاثر کردیا جاتا ہے یا شہروں کے کنارے بارش اور دریاؤں کا پانی روکنے کے مقصد سے ڈیم تعمیر کئے جاتے ہیں یا پہلے سے موجود ڈیموں کی سطح بلند کردی جاتی ہے ان سے شہروں سے متصل دیہی بستیوں پر سیلاب کا دباؤ بڑھ جاتا ہے اور اکثر وبیشتر ڈیموں میں شگاف پڑنے سے بھی شہری آبادی اس کی ہلاکت خیزی سے محفوظ نہیں رہتی۔

ویسے سیلاب کے مسئلہ کی نوعیت اور شدت ہر دریا کی الگ الگ ہے آسام، اترپردیش، بہار اور مغربی بنگال وہ ریاستیں ہیں جو دریائے برہمپتر کے کنارے آباد ہیں اور جب بھی اس دریا میں طغیانی آتی ہے تو ان ریاستوں کے عوام کی جان پر بن جاتی ہے سیلاب کے سلسلے میں ایک اور دل چسپ مثال دریائے کوسی کی ہے جو دریائے گنگا کی معاون ہے کہا جاتا ہے کہ گذشتہ تین سو سال میں یہ دریا اپنا راستہ حیرت انگیز طور پر تبدیل کرتا رہا ہے پہلے کے مقابلہ میں یہ دریا مغرب کی سمت ۱۴۵ کلومیٹر تک اپنے راستے سے ہٹ چکا ہے۔

سیلاب پر قابو پانے کے لئے ہندوستان کی حکومت نے مرکزی اور ریاستی کنٹرول بورڈ قائم کئے لیکن ۱۹۵۴ میں جو زبردست سیلاب ملک کے مختلف حصوں میں آیا اس نے مرکزی حکومت کو جھنجھوڑ دیا اور ڈیم بنانے کا کام اور ریور ویلی پروجیکٹ جو ملک کے مختلف حصوں میں شروع کئے گئے ان میں سیلاب کو روکنے کا خاص انتظام کیا گیا لیکن ان سے بھی کچھ زیادہ کامیابی نہیں ہوئی ایک اندازہ کے مطابق ۱۹۵۴-۶۱ تک سیلاب سے تقریباً ۲۰ ارب روپے کا نقصان اور صرف ۱۹۷۳-۷۴ء میں تقریباً ۳۰ ارب روپے کا نقصان ہوچکا ہے۔ اور دن بدن نقصانات کا تخمینہ بڑھتا جارہا ہے سیلاب کی تباہ کاریوں سے متاثر ہوکر ہندوستان کی حکومت نے ۱۹۷۶ء میں قومی سیلاب کمیشن کی تشکیل کی۔ اس کمیشن کا خاص مقصد یہ تھا کہ سیلاب پر قابو پانے کے لئے ایک جامع، مربوط اور سائنسی پلان تیار کیا جائے۔ قومی سیلاب کمیشن نے اپنا کام بہت مستعدی اور تندہی سے کیا اس کمیشن نے ایک تفصیلی سوالنامہ تیار کرکے ریاستوں کے پاس بھیجا اور ان کے جوابات کا تفصیلی جائزہ لیا نیز سیلاب سے متعلق ماہرین سے تبادلہ خیال بھی کرکے دو جلدوں میں سیلاب کی نوعیت اور تدارک پر ایک رپورٹ تیار کی مگر اس پر خاطر خواہ کارروائی نہ ہونے سے آج بھی ہر سال ہزاروں بلکہ لاکھوں انسانوں کو اتلاف جان ومال کا سامنا کرنا پڑ رہا ہے۔ یہ بات ذہن نشین کرلینا چاہئے کہ ہندوستان ایک زراعتی ملک ہے جہاں ۶۰ فیصد باشندے زراعت سے اپنی روزی روٹی حاصل کرتے ہیں اس لئے یہاں کے حکمرانوں کی اولین ترجیح زمین اور پانی کے سرچشموں کو ہر قسم کی آلودگی سے بچاکر زراعتی سرگرمیوں کے لئے محفوظ کرنا ہونا چاہئے اور بارش کے موسم میں سیلاب سے فصلوں کا تحفظ ہو اس پر بھی ان کی خصوصی توجہ مرکوز ہونا چاہئے مگر تجربے میں یہ بات آرہی ہے کہ اس طرف نہ پہلے کی حکومتوں کی توجہ تھی نہ آج کی حکومتوں کو اس کی فکر ہے اور اسی لئے ہر سال آنے والے سیلاب ملک کا ایک سنگین قومی مسئلہ بن گئے ہیں۔

ملک کی ترقی معکوس کی راہ پر

منشیات یعنی ڈرگ کا استعمال ملک میں تیزی کے ساتھ بڑھ رہا ہے، ایک طرف ملک کی مختلف ریاستوں میں شراب بندی کے لئے عورتیں تحریک چلا رہی ہیں، دوسری طرف نئی نسل مختلف نشہ آور اشیاء استعمال کرنے میں پیش پیش نظر آرہی ہے، حکومت وانتظامیہ کا حال یہ ہے کہ وہ اس بارے میں شکایات ملنے پر سرسری کارروائی کردیتی ہے، اس لعنت کو ختم کرنے کے لئے اس کی جڑوں تک پہنچنے کی کوئی کارگر حکمت عملی اُس کے پیش نظر نہیں ہے۔ سب سے زیادہ تشویشناک پہلو یہ ہے کہ منشیات کی یہ لعنت تیزی کے ساتھ اسکول اور کالجوں کے طلباء کو اپنا شکار بنارہی ہے۔ وہ اپنے نشہ کا شوق جو جلد عادت بن جاتا ہے کو پورا کرنے کے لئے مختلف جرائم میں بھی ملوث ہورہے ہیں۔ حکومت وانتظامیہ کو اس صورت حال کی سنگینی کا احساس کرکے اس کے خلاف ایک باضابطہ مہم چلانی چاہئے۔ اسی کے ساتھ شہری بھی اپنی ذمہ داری نبھائیں۔

اِس لعنت کا ایک اور پہلو یہ بھی ہے کہ والدین اپنے بچوں سے لاپرواہ اور بے فکر ہوگئے ہیں۔ اچھے اور معیاری اسکولوں میں داخل کرتے ہوئے والدین اپنی ذمہ داریوں سے فرار حاصل کرلیتے ہیں۔ انہیں بچوں کی نقل وحرکت اور ان کی حرکات و سکنات پر اور ان کی عادات پر پوری توجہ دینی چاہئے۔ جب تک والدین اپنے بچوں کی پل پل کی خبر لینے کو اپنی ذمہ داری نہیں سمجھیں گے انہیں اس طرح کی لعنتوں کا شکار ہونے سے بچایا نہیں جاسکتا۔ جو ڈرگس مافیا ہے وہ تو سماج کی جڑوں کو کھوکھلی کرنے پر تلا ہوا ہے اور اس کے سامنے صرف ناجائز اور غیر قانونی طریقہ سے دولت حاصل کرنے کا نشانہ ہوتا ہے اور وہ اسکولوں اور کالجوں کے طلبا کو اِس کا نشانہ بناتے ہوئے اپنے مقصد میں کامیاب بھی ہورہا ہے۔ اگر اس سلسلہ کو جاری رہنے کی اجازت دی گئی تو پھر اِن طلبا اور بچوں کا مستقبل تاریک ہوتا جائیگا اور صورتحال اس حد تک پہنچ جائے گی جہاں سے پھر سدھار تقریبا ناممکن ہوجائیگا۔ اگر نوجوان اور ابھرتی ہوئی نسل اس کا شکار ہوتی گئی تو پھر اسے اس سے بچانا مشکل ہوگا۔ اس سے نہ صرف یہ کہ ایک بچہ یا ایک گھر بلکہ سارا سماج متاثر ہوکر رہ جائیگا۔ یہ صورتحال سارے ملک کیلئے پریشان کن ہے اور اس سے نمٹنے کیلئے ملک کے مستقبل کے تعلق سے فکر رکھنے والوں کو آگے آنے کی اور اس سماجی اور قومی لعنت کے خلاف سرگرم ہونے کی اور اس کے خاتمہ کیلئے جدوجہد کرنے کی ضرورت ہے۔

بھوک سے نمٹنے میں ہم ناکام کیوں؟

ہمارے ملک کے لئے یہ باعث شرم نہیں تو پھر کیا ہے کہ آزادی کے ۷۵ سال بعد بھی وطن عزیز میں بھوک سے تڑپ تڑپ کر جان دینے کے واقعات ہورہے ہیں۔ ہندوستان میں بھوکے افراد کی تعداد اب بھی بہت زیادہ ہے۔ انٹرنیشنل فوڈ پالیسی ریسرچ انسٹی ٹیوٹ (آئی ایف پی آر آئی) کی جانب سے گلوبل ہنگر انڈیکس پر جاری تازہ رپورٹ میں کہا گیا کہ دنیا کے ۱۱۹ ترقی پذیر ملکوں میں بھوک کے معاملے میں ہندوستان ۱۰۰ ویں مقام پر ہے۔ گزشتہ سال ہندوستان ۹۷ ویں مقام پر تھا یعنی گزشتہ ایک سال کے دوران حالات میں بہتری آنے کے بجائے بگاڑ آگیا ہے اور ہندوستان کو ''سنگین زمرہ'' میں رکھا گیا ہے۔ اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ ایشیا میں چین کی برابری کا خواب دیکھنے والے ہندوستان کی حالت پہلے سے ابتر ہے۔ اس فہرست میں وہ صرف افغانستان اور پاکستان سے آگے ہے، یعنی پورے ایشیاء میں ہندوستان کی درجہ بندی سب سے خراب مقام پر ہے۔ بھوک سے نمٹنے کے معاملے میں ہندوستان اپنے پڑوسی ملکوں سے بھی کافی پیچھے رہ گیا ہے۔ رپورٹ کے مطابق چین ۲۹ ویں، نیپال ۷۲ ویں، میانمار ۷۷ ویں، سری لنکا ۸۴ ویں اور بنگلہ دیش ۸۸ ویں مقام پر ہے۔ رپورٹ میں بچوں میں تغذیہ کی کمی سے متعلق بھی تشویشناک اعداد وشمار پیش کیے گئے ہیں۔ پانچ سال تک کی عمر کے بچوں کی کل آبادی کا پانچواں حصہ اپنے قد کے مقابلے بہت کمزور ہے، اس کے ساتھ ہی ایک تہائی سے بھی زیادہ بچوں کا قد متوقع طور پر کوتاہ ہے۔ ہندوستانی خواتین کا حال بھی بہت برا ہے۔ ۵۱ فیصد نوجوان خواتین اینیمیا کی شکار ہیں یعنی ان میں خون کی کمی ہے۔ یہاں اس بات کا تذکرہ بیجا نہ ہوگا کہ سرکاری اعداد وشمار بھی کچھ اس سے مختلف بات نہیں کرتے۔ اسی سال ماہ اپریل میں مملکتی وزیر صحت پھگن سنگھ کلستے نے پارلیمنٹ کو بتایا کہ ملک میں ۹۳ لاکھ سے زائد بچے شدید طور پر بھکمری کے شکار ہیں۔ ایک اندازہ کے مطابق آج ملک میں ۲۱ فیصد سے زائد بچے کو خراب کھانا مل رہا ہے۔ شرم کی بات تو یہ ہے کہ دنیا بھر میں ایسے محض تین ملک جبوتی، سری لنکا اور جنوبی سوڈان ہیں جہاں ۲۰ فیصد سے زائد بچے خراب کھانے کے شکار ہیں یعنی ہماری حالت ان پسماندہ ملکوں سے بھی گئی گزری ہے۔ یہاں اس بات کا تذکرہ بھی بیجا نہ ہوگا کہ ۱۶ سال قبل ۲۰۰۶ء میں جب پہلی مرتبہ یہ فہرست بنی تھی تب بھی ہمارا مقام ۱۱۹ ملکوں میں ۹۷ واں تھا، ظاہر ہے، ۱۶ سال بعد بھی ہم جہاں تھے وہیں پر کھڑے ہیں یعنی اس درمیان ہندوستان میں کانگریس کی حکومت رہی ہو یا بی جے پی کی، حقیقت تبدیل نہیں ہوئی ہے۔ ماہرین کی رائے ہے کہ غذائی تحفظ حاصل کرنے کے لئے زرعی پیداوار اہم ہے، کیونکہ تقریباً ۹۹ فیصد غذا کی فراہمی زراعت سے ہوتی ہے۔ مستحکم زراعت اور دیہی ترقی ہمیں غربت، بھوک، عدم مساوات، بے روزگاری جیسے بے شمار مسائل سے نجات دلاسکتی ہے۔ جب تک زرعی بحران ختم نہیں ہوتا صحت وغذا کے ساتھ ساتھ دیگر بنیادی ڈھانچے سے متعلق مسائل حل نہیں ہوں گے۔ □□

جمعیۃ علماء ہند کے محترم صدر اور دارالعلوم دیوبند کے معاون مہتمم
امیر الہند حضرت مولانا قاری سید محمد عثمان صاحب منصورپوری نوراللہ مرقدہٗ
کی حیات و خدمات پر مشتمل
ہفت روزہ الجمعیۃ نئی دہلی کا
امیر الہند رابع نمبر
انشاء اللہ ماہ ستمبر ۲۰۲۱ء کے آخر تک منظر عام پر آرہا ہے
تفصیلات آئندہ شمارے میں ملاحظہ فرمائیں
رابطہ: ہفت روزہ الجمعیۃ، مدنی ہال (بیسمینٹ) ۱، بہادر شاہ ظفر مارگ، نئی دہلی ۲
موبائل: 09868676489 — ای میل: aljamiatweekly@gmail.com

ضروری اعلان
آپ براہِ کرم مدتِ خریداری ختم ہوتے ہی زرِ سالانہ ارسال فرمائیں۔ خط وکتابت میں خریداری نمبر کا حوالہ ضرور دیں۔
ادائیگی کے طریقے: 1 بذریعہ منی آرڈر
2 Paytm یا PhonePe کے ذریعہ 9811198820 پر
ALJAMIAT WEEKLY
3 آن لائن ادائیگی کیلئے بینک اکاؤنٹ کی تفصیل
A/c. 912010065151263
Axis Bank, Branch: Chitranjan Park, N.D.
IFS Code : UTIB0000430

ہفت روزہ الجمعیۃ انٹرنیٹ پر بھی دستیاب ہے، لاگ آن کریں۔ www.aljamiat.in
رابطہ: 9811198820 ای میل: aljamiatweekly@gmail.com

شرح خریداری

سالانہ	200/-
ششماہی	100/-
فی پرچہ	5/-
پاکستان اور بنگلہ دیش کے لئے	2500/-
دیگر ممالک کے لئے	3000/-

رابطہ: منیجر ہفت روزہ الجمعیۃ مدنی ہال (بیسمینٹ) ۱، بہادر شاہ ظفر مارگ، نئی دہلی ۲
فون: 011-23311455

Printed & Published by SHAKIL AHMAD SYED on behalf of Jamiat Trust Society printed at Shervani Art Printers, 1480, Qasimjan Street, Ballimaran, Delhi-6 and Published from Madani Hall,1, Bahadur Shah Zafar Marg, New Delhi-110002. Editor MOHD. SALIM, Ph. No. 23311455, 23317729, Fax No.: 23316173.
Designing & Composing: HUMRAN AZMI